اگست 2021ء

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی وعلمی ترجمان

ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور

مبارک حسین مصباحی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیادگار: حضور حافظِ ملت علامہ شاہ الحاج عبد العزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی اور علمی ترجمان

ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور

محرم الحرام 1443 | اگست 2021 | جلد:45.....شمارہ 8

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ: مبارک حسین مصباحی

منیجر: محمد محبوب عزیزی

تزئین کار: مہتاب پیامی

مجلسِ مشاورت

مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی

مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی

مولانا محمد ادریس بستوی مصباحی

مولانا محمد عبد المبین نعمانی مصباحی

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور اعظم گڑھ یو۔ پی۔ ۲۷۶۴۰۴	**THE ASHRAFIA MONTHLY** Mubarakpur. Azamgarh (U.P.) India. 276404	قیمت عام شمارہ: 30 روپے سالانہ (بذریعہ سادہ ڈاک) 300 روپے سالانہ (بذریعہ رجسٹری) 600 روپے
چیک اور ڈرافٹ بنام ASHRAFIA MONTHLY بنوائیں	کوڈ نمبر 05462 دفتر ماہنامہ اشرفیہ 250149 الجامعۃ الاشرفیہ 250092 دفتر اشرفیہ ممبئی فون/فیکس 23726122	سری لنکا، بنگلا دیش، پاکستان، سالانہ 750 روپے دیگر بیرونی ممالک 25 $ امریکی ڈالر 20 £ پونڈ

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

Email : ashrafiamonthly@gmail.com
mubarakmisbahi@gmail.com
info@aljamiatulashrafia.org

ASHRAFIA MONTHLY
A/c No. 3672174629
Central Bank Of India
Branch : Mubarakpur IFSC : CBIN0284532

اکاؤنٹ میں رقم جمع کرنے کے بعد آفس کے نمبر پر فون کریں یا بذریعہ ڈاک مطلع کریں۔ (منیجر)

مولانا محمد ادریس مصباحی نے فیضی کمپیوٹر گرافکس، گورکھ پور سے چھپواکر دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

نگارشات

اداریہ	بتلادو گستاخِ نبی کو غیرتِ مسلم زندہ ہے	مبارک حسین مصباحی	3
	قرآنیات		
تفہیمِ قرآن	جہالت کے نقصانات	مولانا حبیب اللہ بیگ ازہری	7
	تحقیقات		
علمی تحقیق	حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی- بحیثیت مفسر (آخری قسط)	مولانا نفیس احمد مصباحی	12
	فقہیات		
آپ کے مسائل	کیا فرماتے ہیں علماے دین؟	مفتی محمد نظام الدین رضوی	15
	نظریات		
فکر امروز	امیر خسرو دہلوی کے ایک شعر کی شرحیں	ڈاکٹر سید حسن عباس	17
	اسلامیات		
شعاعیں	امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب	مولانا محمد اسماعیل شمسی	20
	صوفیات		
بزم تصوف	حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی کی چند تصانیف و ملفوظات	مبارک حسین مصباحی	22
	شخصیات		
انوار حیات	حافظ محمد عمر اشرفی مبارک پوری- داستانِ حیات کے چند عشق انگیز پہلو	مہتاب پیامی	29
	سیاسیات		
آئینۂ وطن	سیاست صرف طاقت کی زبان سمجھتی ہے	محمد زاہد علی مرکزی	34
	بزمِ دانش		
فکر و نظر	واقعاتِ کربلا کی عصری معنویت	عدنان عادل/غلام مصطفےٰ رضوی	36
	ادبیات		
تعارف و تجزیہ	ذوقِ مدحت- تعارفی جائزہ	مبارک حسین مصباحی	39
نقد و نظر	برصغیر کے چند ممتاز مشائخ چشت	تبصرہ نگار: مولانا محمد اعظم مصباحی مبارک پوری	44
خیابانِ حرم	منقبت در شان حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمہ	سلمان رضا فریدی	45
	مکتوبات		
صدائے بازگشت	سید صابر حسین شاہ بخاری قادری		46
	سرگرمیاں		
عالمی خبریں	عرس چہلم ممتاز العلما علامہ ممتاز اشرف القادری	ارشاد احمد شیدا رضوی مبارک پوری	48
ملّی خبریں	خانقاہ کچھوچھہ مقدمہ میں تحفظ ناموس رسالت پروگرام	مبارک حسین مصباحی	52
خیر و خبر	پٹنہ میں عرس شاہ ارزانی/ڈاکٹر افضل مصباحی کو ہدیۂ تبریک/ڈاکٹر افضل مصباحی کے ایم ایم وی اردو سیکشن کا انچارج بننے پر مبارک باد کا سلسلہ جاری/مسلم ممبران پارلیمنٹ تحفظ ناموس رسالت بل پاس کروانے کے لیے آواز بلند کریں/شیخ الکبیر خواجہ نذیر میاں چشتی کا ۱۴۲واں عرس		54

۸۶؍

بتلادو گستاخِ نبی کو غیرتِ مسلم زندہ ہے

مبارک حسین مصباحی

توہین رسول کریم ﷺ کا سلسلہ آج کوئی نیا نہیں بلکہ عہدِ رسالت سے چلا آرہا ہے، اور ان سفاک مجرمین کو ان کے مرتوتوں کی سزائیں بھی ملتی رہی ہیں۔ یہ ایک سچائی ہے کہ دنیا میں بہت سے مذاہب ہر دور میں رہے ہیں، مگر اسلام کے ماننے والوں نے دیگر مذاہب کے افراد کو تلوار کے زور سے نہیں بلکہ اخلاق کی تلوار سے قریب کیا۔ خلفاے راشدین ہوں یا مسلم سلاطین انھوں نے کبھی بھی دعوت و تبلیغ کے لیے تلوار کی طاقت اور حکومت کی قوت کا استعمال نہیں کیا۔ اسی کے ساتھ یہ بھی ایک سچائی ہے کہ مسلمانوں کی حکومتوں کو ہم کبھی بھی اسلامی حکومت کا نام نہیں دے سکتے، جن ممالک میں غیر جمہوری شاہی دورِ حکومت چل رہا تھا، اب تو وہاں بھی مغربیت، عریانیت، بے حیائی اور خواتین کو کھلی آزادی دی جارہی ہے، اس حوالے سے ہم سعودی حکومت کو بطور مثال پیش کر سکتے ہیں، کون سی بے حیائی ہے جو اس ملک میں نہیں ہے، خیر یہ تفصیل کا موقع نہیں، ہم اس حوالے سے کبھی بعد میں لکھیں گے۔ ان شاءاللہ تعالیٰ۔

سر دست ہمیں لکھنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کو سب سے پہلے پیدا فرمایا۔ ارشادِ رسولِ کریم ﷺ ہے: ”أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللهُ نُوْرِيْ “یعنی اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا۔ یہ ایک مفصل حدیث کا جز ہے، اس نورِ مصطفیٰ ﷺ سے پھر درجہ بدرجہ دیگر اشیا کو پیدا فرمایا، لکھنے کا بنیادی نشانہ یہ ہے کہ آپ کا نور وجہِ کائنات ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ آپ کے نور کی تخلیق نہیں فرماتا تو جہان میں کچھ نہیں ہوتا۔

ذاتِ رسول کریم ﷺ کا مقام سب سے بلند ہے۔ آپ کے فضائل و مناقب سے قرآن عظیم لبریز ہے اور احادیث نبویہ تو آپ کے قول، عمل اور تقریر کا نام ہے، دیگر کتبِ سیر اور علومِ دینیہ میں بھی بہت کچھ ہے۔ سارے اوصاف و کمالات کے ساتھ آپ خداے برتر کی سب سے اعلیٰ مخلوق ہیں۔ آپ ایسے عظیم اور بے مثال بندے ہیں جن پر خدا کی ساری خدائی کو ناز ہے۔ آپ کا وہ بلند اور ارفع و اعلیٰ مقام ہے جس تک عام انسانوں کی سوچوں کا پہنچنا ہی بہت مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن عظیم میں فرماتا ہے:

”وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ“ اے محبوب! ہم نے آپ کے لیے آپ کا ذکر بلند فرمایا۔

پوری کائنات میں جہاں جہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر جمیل ہے وہاں آپ ﷺ کا بھی ذکر خیر ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ“ اے محبوب! اور بے شک تمھاری خو بو بڑی شان کی ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ”قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ“ (آل عمران: 31)

”اے محبوب! تم فرمادو کہ تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرماں بردار ہوجاؤ، اللہ تمھیں دوست رکھے گا

ارشاد فرماتا ہے: ”يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ“ (النساء: 59)

اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کو جو تم میں حکومت والے ہیں۔

رسول کی اطاعت اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے، بخاری اور مسلم کی حدیث ہے سیدِ عالم ﷺ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ (بحوالہ خزائن العرفان)

”مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ“ (النساء: 80) جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

اور فرماتا ہے: ”فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ “ (النساء: 65)

تو اے محبوب تمھارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمھیں حکم نہ بنائیں۔
قرآن میں ہے:
اِنَّ الَّذِینَ یُؤذُونَ اللّٰہَ وَرَسُولَہُ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنیَا وَالاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُم عَذَابًا مُّھِینًا۔(سورۃ الاحزاب۔آیت 57)
ترجمہ:بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا دیتے ہیں، اللہ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے۔اور ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

احادیث نبویہ:

”عن أنس بن مالك رضي الله تعالىٰ عنه قال قال النبی ﷺ : لا یومن احدکم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین.“ و في رواية لمسلم (حتى أكون أحبَّ إليه من أهله وماله والناس أجمعين) .وبنحوه ورد عند البخاري من حديث أبي هريرة.(البخاري في "كتاب الإيمان" "باب حب الرسول صلى الله عليه وسلم من الإيمان" حديث(15))

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ مجھے اپنی اولاد، والدین اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ جانے، جب کہ مسلم اور بخاری کی روایتوں میں ہے: کہ جب تک وہ مجھے اپنے اہل، مال اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ جانے۔

نام نہاد مسلم ہو یا کوئی غیر مسلم، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی بارگاہوں میں توہین کرنے والا اسلام سے خارج ہے اور سخت سزاؤں کا مستحق ہے۔ اسلامی حکومت میں توہینِ رسول ﷺ کرنے والے کی سزا قتل ہے، مگر جمہوری ملکوں میں جو کچھ سزا ہوگی وہ طے شدہ قانون کے مطابق ہوگی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں تشریف فرما تھے کسی نے حضور ﷺ سے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ (آپ کی شان میں توہین کرنے والا) ابن خنظل کعبہ کے پردوں سے لپٹا ہوا ہے۔آپ نے فرمایا” اقتلوہ“اسے قتل کردو۔“

عبداللہ بن خنظل ؛رسول اللہ ﷺ کی ہجو(مخالفت) میں شعر کہہ کر حضور ﷺ کی شان میں توہین وتنقیص کیا کرتا تھا۔اس نے دو گانے والی لونڈیاں اس لیے رکھی ہوئی تھیں کہ وہ حضور ﷺ کی ہجو میں اشعار گایا کریں۔جب حضور ﷺ نے اس کے قتل کا حکم دیا تو اسے غلافِ کعبہ سے باہر نکال کر باندھا گیا اور مسجد حرام میں مقامِ ابراہیم اور زم زم کے درمیان اس کی گردن ماری گئی۔

(بحوالہ فتح الباری جلد8ص13، عمدۃ القاری جلد8ص347،ارشاد الساری جلد6ص392)

یہ صحیح ہے کہ اس دن ایک ساعت کے لیے حرم مکہ کو حضور ﷺ کے لیے حلال قرار دیا گیا تھا،لیکن بالخصوص مسجد حرام میں مقام ابراہیم اور زم زم کے درمیان اس کا قتل کیا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ گستاخِ رسول باقی مرتدین سے بدر جہا بدتر وبدحال ہے۔(ایضاً،ص:35،36)

امام ابوسلیمان الخطابی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: جب مسلمان کہلانے والا نبی ﷺ کے سبّ (گالی) کا مرتکب ہو تو میرے علم میں کوئی ایسا مسلمان نہیں جس نے اس کے قتل میں اختلاف کیا ہو۔

وَاجمَعَتِ الاُمَّۃُ عَلٰی قَتلِ مُتَنَقِّصِہٖ مِنَ المُسلِمِینَ وَسَابِہٖ(الشفا،جلد2ص:211)

اور امت کا اجماع ہے کہ مسلمان کہلا کر حضور ﷺ کی شان میں سبّ اور تنقیص کرنے والا قتل کیا جائے گا۔(ایضاً،ص:37،36)

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست　　اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی ست

امام اہل سنّت اعلیٰ حضرت ”در مختار شرح تنویر الابصار کے حوالے سے فرماتے ہیں:”کسی نبی کی شان میں گستاخی کرنے والا ایسا کافر ہے کہ دنیا میں سزا سے بچانے کے لیے اس کی توبہ بھی قبول نہیں۔“(گستاخ رسول کی سزا سر تن سے جدا، ص۲۲)

اہل سنّت کے ذمہ دار عالم دین علامہ احمد سعید کاظمی امروہوی فرماتے ہیں:”کتاب وسنت، اجماعِ اُمت اور تصریحاتِ ائمہ دین کے مطابق توہین رسول کی

سزا صرف قتل ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی صریح مخالفت توہینِ رسول ہے۔ قرآن مجید نے اس جرم کی سزا قتل بیان کی ہے۔" (گستاخ رسول کی سزا سر تن سے جدا، ص ۳۲)

ہمارے ملک میں جمہوری نظام ہے اس لیے حکومت سے ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ گستاخِ رسول کی مذمت میں سخت قانون بنا کر عبرتناک سزا متعیّن کرے، جس کی وجہ سے مستقبل میں کوئی بے ادب، گستاخی کی جرأت و جسارت نہ کر سکے اور جمہوری ملک میں امن و امان بحال رہے۔

فتح مکہ کے دن رسول کریم ﷺ نے دشمنوں کو امن و سلامتی عطا فرمائی۔ انسانی جانوں کی مثالی حفاظت فرمائی، معافی اور امان کا اعلانِ عام کرایا، لیکن گستاخِ رسول ﷺ کو امان ہرگز نہیں ہے۔

اب ہم ذیل میں چند گستاخانِ مصطفیٰ ﷺ کے بدترین نام اور ان کے قاتلین کے اسمائے گرامی نقل کرتے ہیں:

گستاخوں کے انجام.......... تاریخ کے آئینے میں

- ❖ گستاخ رسول ﷺ "ابی بن خلف" حضور ﷺ کے ہاتھوں 3 ہجری میں قتل ہوا۔
- ❖ گستاخ رسول ﷺ "بشر منافق" حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں 3 ہجری میں قتل ہوا۔
- ❖ گستاخ رسول ﷺ "اروہ (ابولہب کی بیوی)" کا فرشتے نے گلا گھونٹ دیا۔
- ❖ گستاخ رسول ﷺ "ابوجہل" دو ننھے مجاہدوں معاذ و معوذ کے ہاتھوں قتل ہوا۔
- ❖ گستاخ رسول ﷺ "امیہ بن خلف" حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں 3 ہجری میں قتل ہوا۔
- ❖ گستاخ رسول ﷺ "نصر بن حارث" حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں 3 ہجری میں قتل ہوا۔
- ❖ گستاخ رسول ﷺ "عصما (یہودی عورت)" نابینا صحابی حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ۲ ہجری میں قتل ہوئی۔
- ❖ گستاخ رسول ﷺ "ابوعفک" حضرت سالم بن عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں 3 ہجری میں قتل ہوا۔
- ❖ گستاخ رسول ﷺ "کعب بن اشرف" حضرت ابونائلہ کے ہاتھوں 3 ہجری میں قتل ہوا۔
- ❖ گستاخ رسول ﷺ "ابورافع" حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں 3 ہجری میں قتل ہوا۔
- ❖ گستاخ رسول ﷺ "ابوعزہ جمع" حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ۳ ہجری میں قتل ہوا۔
- ❖ گستاخ رسول ﷺ "حارث بن طلال" حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں 8 ہجری میں قتل ہوا۔
- ❖ گستاخ رسول ﷺ "عقبہ بن ابی معیط" حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں 2 ہجری میں قتل ہوا۔
- ❖ گستاخ رسول ﷺ "ابن خطل" حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں 8 ہجری میں قتل ہوا۔
- ❖ گستاخ رسول ﷺ "حویرث نقید" حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں 8 ہجری میں قتل ہوا۔
- ❖ گستاخ رسول ﷺ "قریبہ (گستاخ باندی)" فتح مکہ کے موقع پر قتل ہوئی۔
- ❖ گستاخ شخص (نام معلوم نہیں) کو خلیفہ ہادی نے قتل کروادیا۔
- ❖ گستاخ رسول ﷺ "ریجی فالڈ (عیسائی گورنر)" سلطان صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں قتل ہوا۔
- ❖ گستاخ رسول ﷺ "یولوجیئس پادری" فرزند ابوعبدالرحمن اندلس کے ہاتھوں قتل ہوا۔
- ❖ گستاخ رسول ﷺ "راجپال" غازی علم دین شہید کے ہاتھوں قتل ہوا۔
- ❖ گستاخ رسول ﷺ "نتھورام" غازی عبدالقیوم شہید کے ہاتھوں قتل ہوا۔
- ❖ گستاخ رسول ﷺ "ڈاکٹر رام گوپال" غازی مرید حسین شہید کے ہاتھوں 1936 میں قتل ہوا۔
- ❖ گستاخ رسول ﷺ "چرن داس" میاں محمد شہید کے ہاتھوں 1937ء میں قتل ہوا۔
- ❖ گستاخ رسول ﷺ "شردھانند" غازی قاضی عبدالرشید کے ہاتھوں 1926 میں قتل ہوا۔
- ❖ گستاخ رسول ﷺ "چینچل سنگھ" صوفی عبداللہ شہید کے ہاتھوں 1938 میں قتل ہوا۔

- ❖ گستاخ رسول ﷺ ”میجر ہر دیال سنگھ“ بابو معراج دین شہید کے ہاتھوں 1941ء میں قتل ہوا۔
- ❖ گستاخ رسول ﷺ ”عبدالحق قادیانی“ حاجی محمد مانک کے ہاتھوں 1967ء میں قتل ہوا۔
- ❖ گستاخ رسول ﷺ ”بھوشن عرف بھوشو“ بابا عبدالمنان کے ہاتھوں 1937ء میں قتل ہوا۔
- ❖ گستاخ رسول ﷺ ”چوہدری کھیم چند“ منظور حسین شہید کے ہاتھوں 1941ء میں قتل ہوا۔
- ❖ گستاخ رسول ﷺ ”نینو مہاراج“ عبدالخالق قریشی کے ہاتھوں 1946 میں قتل ہوا۔
- ❖ گستاخ رسول ﷺ ”لیکھرام آریہ سماجی“ کسی نامعلوم مسلمان کے ہاتھوں قتل ہوا۔
- ❖ گستاخ رسول ﷺ ”ویربھان“ بھی کسی نامعلوم مسلمان کے ہاتھوں 1935ء میں قتل ہوا۔
- ❖ گستاخ رسول ﷺ ”سلمان تاثیر ملعون“ کو غازی اسلام عاشق رسول، ملک ممتاز حسین قادری نے قتل کر کے واصل جہنم کیا۔
- ❖ گستاخ رسول ﷺ ایک قادیانی نے نبوت کا دعوی کیا جسے حال ہی میں غازی تنویر قادری نے قتل کیا۔

ہم نے جو مثالیں گستاخوں اور ان کے قاتلین کی نقل کی ہیں، یہ نامکمل فہرست ہے۔ ہندوستان ایک جمہوری ملک ہے اس میں تمام مذاہب کے افراد صدیوں سے رہتے رہے ہیں۔ اہلِ وطن کے درمیان محبت اور بھائی چارگی بھی تھی، ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک بھی ہوتے تھے۔ اس ملک میں کسی فرد کو کسی کے قتل کرنے کی اجازت تو نہیں دی جاسکتی ہے، یہاں جو کچھ ہوگا قانونی طور پر ہوگا۔ مغربی ممالک میں عیسائی اور اسرائیل میں یہودی ہیں۔ ان کے یہاں باضابطہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توہین کے خلاف سخت قوانین موجود ہیں۔ بہت سے مسلم ممالک میں بھی پیغمبر اسلام ﷺ اور دیگر مذاہب کے مذہبی رہ نماؤں کے لیے سخت قوانین ہیں۔ خیر ہم اس بحث میں نہیں جاتے، ہمارے ملک ہندوستان میں مذہبی رہنماؤں کی توہین اور تنقیص کرنے والوں کے لیے کوئی باضابطہ قانون نہیں ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ یہ ایک دردناک سوال ہے۔

ہم بڑے ادب سے سیاسی قائدین سے گذارش کرتے ہیں کہ پارلیمنٹ میں تحفظِ ناموس رسالت کے لیے سخت قانون بننا چاہیے، ملک کے مختلف شہروں میں تحفظِ ناموس رسالت بل کی منظوری کے لیے کانفرنسوں اور سیمیناروں کے سلسلے شروع ہو چکے ہیں تاکہ آئے دن ہونے والی گستاخیوں اور مذہبی منافرت پھیلانے کا سلسلہ بند ہو۔ مانگ صرف مسلمانوں کے پیغمبر حضرت رسولِ کریم ﷺ کے لیے نہیں ہے بلکہ ہمارا پرزور مطالبہ یہ ہے کہ کسی بھی مذہبی رہ نما کی توہین ہرگز نہیں ہونی چاہیے۔ ہر مذہب والے کو اپنے مذہبی رہ نما سے محبت فطری ہوتی ہے اس لیے امن و امان برقرار رکھنے کے لیے سخت قانون بنا کر بل منظور ہونا چاہیے۔

چند ماہ سے غازی آباد میں شیو شکتی مندر کے پجاری یتی نرسنگھانند سرسوتی جو مسلح غنڈوں کی ”ہندو سوابھیمان“ کے نام سے تنظیم کا بانی ہے، اس نے بھی کھلے عام نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کے متعلق بد تمیزیوں اور گستاخیوں کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ اس بیہودے نے کہا ہے: ”میں صرف اسلام سے لڑتا ہوں، میرا مقصد پوری روے زمین سے [معاذ اللہ] اسلام نام کی گندگی کو ختم کرنا ہے“ کبھی ہندوؤں کو للکارتے ہوئے کہتا ہے ”مسلمانوں نے اپنے باپ دادا، بھائی اور چچا تک کو قتل کر دیا، تم ان سے اپنے زندہ رہنے کی امید کیسے کر سکتے ہو۔“ یہ ظالم مزید شانِ رسالت میں گستاخی کرتے ہوئے کہتا ہے: ”محمد [ﷺ] نے حضرت خدیجہ [رضی اللہ تعالیٰ عنہا] کے شوہر کو قتل کر کے شادی کر لی“ نعوذ باللہ من ذلك.

اسی قسم کے بدترین افراد اور بھی ہمارے ملک میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یہ دراصل حکومت کی ڈھیل ہے، ہم موجودہ حکومت سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ پیغمبرِ اسلام ﷺ اور دیگر مذہبی رہ نماؤں کے حوالے سے مضبوط قانون عملی طور پر نافذ کرے تاکہ ہمارے ملک ہندوستان میں امن و امان قائم ہو، مذہبی فسادات اور قتل و غارت گری کا بدترین سلسلہ موقوف ہو۔ اسی میں ملک کی نیک نامی ہے۔ مسئلہ صرف ہندوستان کے اندر کا نہیں ہے، بلکہ اس سے دیگر ممالک میں بھی ہمارے وطن کی رسوائی ہوتی ہے۔ جدید ذرائع ابلاغ نے پوری دنیا کو ایک گاؤں میں تبدیل کر دیا ہے۔ کتنے ہی مواقع ہوتے ہیں کہ اہلِ خانہ کو خبر نہیں ہوتی اور دنیا کا بڑا طبقہ حالاتِ خانہ سے باخبر ہو جاتا ہے۔ اب ہم چند اشعار پر اپنی بات ختم کرتے ہیں۔

پست وہ کیسے ہو سکتا ہے جس کو حق نے بلند کیا — دونوں جہاں میں اُن کا چرچا کل بھی تھا اور آج بھی ہے
بتلا دو گستاخِ نبی کو غیرت مسلم زندہ ہے — اُن پر مر مٹنے کا جذبہ کل بھی تھا اور آج بھی ہے

تفہیم قرآن

جہالت کے نقصانات

قرآنی آیات کی روشنی میں

مولانا حبیب اللہ بیگ ازہری

جہالت ایک ایسی بیماری ہے جو انسان کے عقائد، اعمال اور اخلاق کو تباہ و برباد کر دیتی ہے، اسی لیے قرآن کریم نے جابجا جہالت اور اس کے مضر اثرات کا ذکر کیا، اور اس سے دور ونفور رہنے کی تعلیم دی، تاکہ مسلمان اس مرض کی سنگینی کو سمجھیں، اور جہالت کی تاریکی سے نکلنے کی کوشش کریں۔

قرآن کریم میں جہالت اور اس کے مشتقات و مترادفات مختلف صورتوں میں بیان کیے گئے ہیں، المعجم المفهرس لألفاظ القرآن کے مطابق قرآن کریم میں وارد لفظ جہالت اور اس کے مشتقات کی تفصیل یہ ہے:

لفظ تجهلون۔	چار مرتبہ۔
لفظ يجهلون۔	ایک مرتبہ۔
لفظ جاهل۔	ایک مرتبہ۔
لفظ جاهلون۔	تین مرتبہ۔
لفظ جاهلين۔	چھ مرتبہ۔
لفظ جهول۔	ایک مرتبہ۔
لفظ جهالة۔	چار مرتبہ۔
لفظ جاهلية۔	چار مرتبہ۔

اس طرح قرآن کریم نے کم وبیش چوبیس مرتبہ لفظ جہالت اور اس کے مشتقات کو ذکر کیا، اس کے علاوہ متعدّد مقامات پر بغیر علم اور لا یعلمون وغیرہ کلمات ذکر کیے، جو جہالت اور علمی مفلسی پر دلالت کرتے ہیں، قرآن کریم میں جہالت اور اس کے مشتقات و مترادفات کو اس کثرت کے ساتھ ذکر کرنے کی وجہ یہی ہوسکتی ہے کہ بندے جہالت کے تباہ کن اثرات کو سمجھیں، جہالت سے خود بھی دور رہیں، دوسروں کو بھی دور رکھیں، اور اس کے لیے ایک ایسا صالح معاشرہ تشکیل دیں جہاں جہالت کا نام ونشان بھی نہ ہو۔

جہالت علم کی ضد ہے، یعنی علم کا مطلب اگر معرفت اور جان کاری ہے تو جہالت کا مطلب عدم معرفت اور لاعلمی ہے، عرف عام میں جہالت کا معنی یہی ہے، البتہ کبھی غلط معلومات کو بھی جہالت سے تعبیر کیا جاتا ہے، کیوں کہ علم کا مقصد حقیقت تک رسائی ہے، اور غلط معلومات سے حقیقت تک رسائی نہیں ہوتی، اسی لیے غلط اور بے بنیاد معلومات کو بھی جہالت کے ضمن میں شمار کیا جاتا ہے، اس طرح جہالت کے دو معانی ہو جاتے ہیں، ایک عدم معرفت، دوسرے غلط معلومات۔

بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی شخص دیدہ ودانستہ جاہلوں جیسی حرکت کرتا ہے، یا غفلت وبے توجہی کی وجہ سے جاہلوں جیسی باتیں کرتا ہے تو اسے بھی جاہل کہہ دیا جاتا ہے، قرآن کریم میں اس معنی میں بھی جاہل کا لفظ ذکر کیا گیا ہے۔

اس تمہیدی گفتگو کے بعد اب آیئے قرآن مجید کی طرف رخ کرتے ہیں، اور جہالت کے نقصانات سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، قرآن کریم کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ

جہالت کی بنیاد پر عقائد، اعمال اور اخلاق تینوں برباد ہوسکتے ہیں۔

جہالت کی بنیاد پر عموماً انسان غلط فیصلے لیتا ہے، اور غیر شعوری طور پر اپنا ہی نقصان کر بیٹھتا ہے۔

کسی جاہل سے منھ لگنا عقل مندی نہیں، اسی لیے جاہل کو سلام کر کے آگے بڑھ جانے ہی میں عافیت ہے۔

آیئے اب اجمال سے تفصیل کی طرف بڑھتے ہیں، اور قرآنی آیات کی روشنی میں مذکورہ بالا نکات پر گفتگو کرتے ہیں۔

جہالت اور بد اعتقادی:

قرآن کریم نے جابجا کفار کے غلط عقائد ونظریات کا ذکر کیا،

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

اور ساتھ ہی ساتھ ان کی جہالت اور لاعلمی کا بھی ذکر کیا جو اس بات پر دلیل ہے کہ ان غلط اور بے بنیاد عقائد کی اصل وجہ ان کی جہالت ہے، اگر یہ لوگ جہالت کی تاریکی سے باہر نکل کر دیکھیں تو انھیں حقائق کا علم ہوگا، پھر ان پر اسلام کی حقانیت وصداقت بھی آشکارا ہوجائے گی، لیکن افسوس کہ ان کی جہالت انھیں راہ حق پر گامزن ہونے نہیں دیتی، اور ان کے لیے دنیا وآخرت میں تباہی کا سبب بن جاتی ہے، اس ضمن میں کچھ نظیریں ملاحظہ فرمائیں۔

1 - سب سے بڑی جہالت شرک ہے، کیوں کہ کائنات کا ہر ذرہ اس بات پر شاہد عدل ہے کہ اللہ ایک ہے، اس کی ذات وصفات اور اسما وافعال میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے، توحید باری پر روشن دلائل کے ہوتے ہوئے اگر کوئی شرک کرے تو وہ یقیناً معاند اور جاہل ہے، اسی لیے قرآن کریم نے مشرکوں کو جاہل کہہ کر مخاطب کیا، اور فرمایا:

قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ○ وَ لَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَ اِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَىِٕنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَ كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ○ (سورہ زمر، 66-64)

یعنی اے نبی! آپ فرمادو کہ اے جاہلو! کیا تم مجھے اس بات کا حکم دیتے ہو کہ میں غیر اللہ کی بندگی کروں؟ اور اے نبی! آپ اور آپ سے پہلے انبیا کی جانب وحی کی گئی کہ بفرض محال اگر تم نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو تمھارا عمل برباد ہوجائے گا، اور تم یقینی طور پر خسارے میں رہوگے۔ اے نبی! آپ ان کی بات نہ سنو، بلکہ اللہ ہی کی بندگی کرو، اور اس کے شکرگزار بندوں میں رہو۔

تفسیر رازی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کافروں نے کہا کہ آپ ہمارے معبودوں کو تسلیم کرلیں، ہم آپ کے رب پر ایمان لے آئیں گے۔ مشرکین کی اس شنیع حرکت پر قرآن کریم نے سخت زجر وتوبیخ کی، اور فرمایا: اے جاہلو! کیا تم مجھے شرک کی تعلیم دیتے ہو، اور غیر اللہ کی بندگی کی دعوت دیتے ہو؟ سنو، ایسا کبھی نہیں ہوسکتا۔

قرآن کریم نے اس مقام پر شرک کی دعوت دینے والوں کو کافر ومشرک کہہ کر مخاطب نہیں کیا، بلکہ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ کہہ کر مخاطب کیا، تاکہ اس بات پر دلیل قائم ہوجائے کہ شرک کی اصل وجہ جہالت ہے، اگر مشرکوں کو اللہ کی قدرت ووحدانیت اور معبودان باطلہ کی بے بسی کا علم ہوتا تو نہ یہ خود شرک کرتے، نہ دوسروں کو شرک کی دعوت دیتے، بلکہ انبیا کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے حق کی پاسبانی کرتے۔

2 - اللہ وحدہ لاشریک ہے، اللہ اپنی ذات وصفات میں یکتا ہے، آبا واجداد اور اولاد واحفاد سے پاک ہے، لیکن جو توحید پر یقین نہیں رکھتے وہ اپنی جہالت کی بنیاد پر اللہ کے لیے اولاد بھی بتاتے ہیں، اور شریک بھی ٹھہراتے ہیں، قرآن کریم ایسے مشرکوں کی جہالت وافترا پردازی کا پردہ چاک کرتے ہوئے فرماتا ہے:

وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَ خَلَقَهُمْ وَ خَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَ بَنٰتٍۭ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّ لَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ وَ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○

(سورۂ انعام، 155-151)

یعنی مشرکوں نے جنات کو اللہ کا شریک بنالیا، حالاں کہ اللہ نے انھیں پیدا کیا، اور مشرکوں نے جہالت کی بنیاد پر اللہ کے لیے بیٹے اور بیٹیاں بنالیں، اللہ کا کوئی شریک نہیں، کفار جو کچھ بیان کرتے ہیں اللہ اس سے فزوں تر ہے۔ اللہ نے کسی سابقہ مثال کے بغیر آسمان وزمین کو پیدا فرمایا، اسے اولاد کیوں کر ہوسکتی ہے جب کہ اس کے لیے بیوی نہیں، اور اس نے ہر شی کو پیدا کیا، اور اسے ہر شی کا علم ہے۔

ایک دوسری آیت میں ہے:

وَّ يُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ○ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّ لَا لِاٰبَآىِٕهِمْ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ○ (سورۂ کہف، 4-5)

یعنی قرآن ان لوگوں کو خبردار کرتا ہے جنھوں نے کہا کہ اللہ نے بیٹا بنالیا، نہ انھیں اس کا علم ہے نہ ان کے باپ دادا کو، کتنی بڑی بات ہے جو ان کے منھ سے نکل رہی ہے، یہ لوگ سفید جھوٹ بول رہے ہیں۔

ان چاروں آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ کفار ومشرکین اپنی جہالت ولاعلمی کی بنیاد پر اللہ جل شانہ پر افترا باندھ رہے ہیں، اور ناقابل انکار دلائل قائم ہونے کے باوجود عقیدۂ توحید کی تردید کررہے ہیں، کفار ومشرکین کے سارے دعوے جہالت پر مبنی ہیں۔

کفار جنات کو اللہ کا شریک بتاتے ہیں جب کہ جنات اللہ کی مخلوق ہے، اور کوئی بھی مخلوق اپنے خالق کے برابر نہیں ہوسکتی۔

کفار اللہ کے لیے بیٹا، بیٹی بتاتے ہیں، جب کہ یہ بات جگ ظاہر ہے کہ اولاد کے لیے بیوی اور جنسی تعلق ضروری ہے، اور اللہ کے لیے نہ کوئی بیوی ہے، اور نہ اس کے لیے کسی قسم کا کوئی ربط و تعلق متصور ہے، تو اس کی اولاد کیوں کر ہو سکتی ہے؟ اور جو لوگ اللہ کے لیے اولاد بتاتے ہیں وہ بھی جاہل ہیں اور ان کے باپ دادا بھی جاہل ہیں، کیوں کہ یہ جاہلانہ تصور موروثی اور خاندانی تصور ہے، جس پر کوئی دلیل یا حجت پیش نہیں کی جاسکتی، سمجھ میں نہیں آتا کہ اللہ جل شانہ کے بارے میں اتنی بڑی بات ان کی زبان پر آتی کیسے ہے، اللہ کے لیے شریک یا اولاد کا قول سراسر جہالت اور نادانی ہے، کذب بیانی اور افترا پردازی ہے، ایسے ہی ظالموں کے لیے فرمایا:

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○

(سورۂ انعام، 144)

سب سے بڑا ظالم وہ ہے جو اللہ پر جھوٹا افترا باندھے، تاکہ جہالت و نادانی میں لوگوں کو گمراہ کردے، بے شک اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

3- ابھی ہم نے بتایا کہ اللہ کے لیے اولاد نہیں، سب اس کے بندے اور مخلوق ہیں، لیکن دور جاہلیت کے بعض کافر اللہ کے لیے اولاد مانتے تھے، ملائکہ کو اللہ کی بیٹیاں کہا کرتے تھے، ایسے ہی جاہل اور گمراہ گروہ کے بارے میں فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ○وَ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ۚ۔ (سورۂ نجم، 27-28)

جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے وہ ملائکہ کو عورتوں کے نام سے موسوم کرتے ہیں، انھیں اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم، وہ صرف اپنے گمان کی پیروی کر رہے ہیں، بے شک گمان حق کی جگہ کچھ بھی کام نہیں آئے گا۔

دو بڑی جہالتوں سے مل کر اس رائے کا خمیر تیار ہوا ہے، پہلی جہالت تو یہ ہے کہ اللہ کے لیے اولاد ہے، دوسری جہالت یہ ہے کہ ملائکہ عورتیں ہیں۔ ایسی نری جہالتوں کا جواب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ ان کافروں کو نہ اللہ کے بارے میں علم ہے نہ ملائکہ کے بارے میں، اس لیے وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں یہ ان کا ذہنی فتور ہے اور بس۔

4- بعث بعد الموت حق ہے، امکان بعث پر بے شمار دلائل قائم ہیں، اس کے باوجود کافر بعث بعد الموت کا انکار کیا کرتے تھے، ایسے منکرین کے لیے فرمایا:

وَ قَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَ نَحْيَا وَ مَا يُهْلِكُنَاۤ اِلَّا الدَّهْرُ وَ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ○(سورۂ جاثیہ، 24)

منکرین بعث نے کہا: ہماری زندگی تو بس دنیا کی زندگی ہے، ہم جیتے اور مرتے ہیں، اور ہمیں زمانہ ہلاک کرتا ہے، انھیں اس کا کچھ بھی علم نہیں، وہ محض اپنے گمان کی تقلید کر رہے ہیں۔

نظام کائنات پر غور کرنے والا عام آدمی بھی اس بات کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ کسی مردے کو دوبارہ زندگی کرنا، اور مختلف مراحل سے گزار کر سابقہ حالت پر لے آنا اللہ کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں، اس کے باوجود اگر کوئی بعث کو مستبعد جانے اور اس کے امکان و وقوع میں شک کرے تو اسے جہالت نہیں تو اور کیا کہا جائے گا؟

۵- جہالت انسان کو حق سے دور کر دیتی ہے، قبول حق سے محروم کر دیتی ہے، کسی بھی شی کی صداقت و حقانیت پر اطمینان بخش دلائل قائم ہونے کے باوجود انصاف کا دامن تھامنے نہیں دیتی، اس کی واضح مثال یہ ہے کہ دور جاہلیت کے کفار و مشرکین کے سامنے اسلام کی حقانیت و صداقت پر روشن دلیلیں پیش کی گئیں، دلائل و واقعات کی روشنی میں بعث بعد الموت کا اثبات کیا گیا پھر بھی وہ اپنے کفر و شرک پر اڑے رہے، تصور آخرت کا انکار کرتے رہے، اور قبول حق سے گریز کرتے رہے، ارشاد باری ہے:

وَ لَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَاۤ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَ كَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَ حَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ○(سورۂ انعام، 111)

یعنی اگر ہم ان کے پاس ملائکہ بھیج دیں، مردے اٹھ کر ان سے کلام کر لیں، اور ہم ہر شی ان کے سامنے حاضر کر دیں تب بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے، مگر یہ کہ اللہ چاہے، ان میں بیش تر افراد جاہل ہیں۔

رسول اللہ ﷺ سے کفار و مشرکین کہا کرتے تھے کہ آپ

کوئی ایسی نشانی لے کر آئیں جو اس بات کی شہادت دے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، قرآن کلام الٰہی ہے، بعث بعد الموت برحق ہے، اور جنت ودوزخ کا وعدہ سچا ہے، کفار قسمیں کھا کر کہا کرتے تھے کہ اگر ایسی کوئی نشانی آگئی تو ہم ضرور ایمان لے آئیں گے۔ اللہ رب العزت ایسے ہی معاندین کے جواب میں فرماتا ہے کہ اگر ہم ان کافروں کے پاس ملائکہ بھیج دیں جو رسول اللہ ﷺ کے دعوائے رسالت کی تصدیق کر دیں، مردوں کو زندہ کر دیں جو حیات بعد الممات کا فلسفہ سمجھا دیں، اور ہر شی ان کی نگاہوں کے سامنے حاضر کر دیں تب بھی یہ کافر ایمان نہیں لائیں گے، کیوں کہ یہ جاہل ہیں، دلائل قدرت کو دیکھنے کے بعد بھی قبول حق کے لیے آمادہ نہیں ہوں گے، مگر یہ کہ اللہ توفیق خیر سے نواز دے۔

6- اللہ رب العزت شکل وصورت سے پاک ہے، حوادث اور جسمانیات سے پاک ہے، اور یہی ہر مسلمان کا عقیدہ بھی ہے، لیکن جب بندہ جہل مرکب کا شکار ہو جاتا ہے تو اپنے پروردگار کو شکل، مادہ، رنگ اور حوادث سے منزہ نہیں مانتا، بلکہ دوسرے معبودان باطلہ کی طرح معبود حقیقی کے لیے بھی ہیئت ومقدار اور جسم ومادے کا تصور کرنے لگتا ہے، سورۂ اعراف میں ہے:

وَ جٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْكُفُوْنَ عَلٰۤی اَصْنَامٍ لَّهُمْ قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَاۤ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ○(سورۂ اعراف، 138)

یعنی ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر پار کرایا تو وہ ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے جو اپنے بتوں میں مصروف تھے، بنی اسرائیل نے کہا اے موسیٰ ہمارے لیے بھی ایک معبود بنا دیں جیسے ان کے کئی معبود ہیں، موسیٰ نے کہا: تم واقعی جاہل ہو۔

بنی اسرائیل کے اس مجرمانہ سوال کے جواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم جاہل ہو، اس لیے کہ اس ایک سوال سے ان کی تین بڑی جہالتیں واضح طور پر سامنے آگئیں۔ ان کی پہلی جہالت تو یہ تھی کہ اللہ کے لیے شکل وصورت اور جسم ومادے کو ممکن ماننا۔ دوسری جہالت یہ تھی کہ مذہب برحق کے معبود حقیقی کو کافروں کے معبودان باطلہ کی طرح جاننا۔ تیسری جہالت یہ تھی کہ انھیں اس بات کا بھی شعور نہیں کہ ایک پیغمبر سے کیسے خطاب کیا جاتا ہے، اور ان سے کیسا مطالبہ کیا جاسکتا ہے۔ اسی لیے جہالت کا خاتمہ بے حد ضروری ہے، اگر بندہ خود کو جہالت سے دور رکھے تو اس کے اخلاق واعمال اور عقائد کی بھرپور حفاظت ہو سکتی ہے۔

7- اللہ قادر مطلق ہے، اس کی پکڑ نہایت سخت ہے، اس کا عذاب بڑا ہولناک ہے، اسی لیے بندے کو ہمیشہ اپنے رب سے خوف زدہ رہنا چاہیے، اور اس کے قہر وجلال سے پناہ مانگتے رہنا چاہیے، لیکن جو لوگ توحید پر یقین نہیں رکھتے وہ عذاب الٰہی کو ہلکا جانتے ہیں، اور اپنی جہالت وحماقت کی بنیاد پر اللہ کے عذاب کو چیلنج کرتے ہیں، اور اس کے قہر وجلال کو دعوت دیتے ہیں، قرآن کریم نے اس کی بہت سی نظیریں پیش کی ہے، جن میں ایک نظیر سورۂ احقاف میں ہے، فرمایا:

قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ○ قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۖ وَ اُبَلِّغُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَ لٰكِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ○(سورۂ احقاف، 22-23)

یعنی جب ہمارے پیغمبر ہود سے اس کی قوم نے کہا: کیا آپ ہمیں ہمارے خداؤں سے پھیرنے کے لیے آئے ہو؟ اگر اپنے دعوے میں سچے ہو تو ہم سے جس عذاب کا وعدہ کرتے ہو وہ عذاب لے آؤ۔ اس پر ہود نے کہا: اس کا علم تو صرف اللہ کو ہے، اور جو پیغام مجھے دے کر بھیجا گیا وہی میں تمھیں پہنچاتا ہوں، لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ جاہل ہو۔

ان آیات کے مطابق حضرت ہود علیہ السلام کی قوم نے ان کی دعوت قبول نہیں کی، بلکہ اپنے کفر وشرک پر مصر ہو کر کہا کہ آپ ہمیں ہمارے معبودوں کی پرستش سے مت روکو، ہم کسی بھی صورت میں اپنا دین نہیں چھوڑ سکتے، اس پر آپ نے فرمایا: وَ اُبَلِّغُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ ۔ یعنی میں تمھاری تہدید پر حق کا پیغام پہنچانے میں کوتاہی نہیں کروں گا، بلکہ ہمیشہ پیغام حق سناتا رہوں گا۔ کفار نے مزید یہ بھی کہا کہ اگر آپ اپنے دعوے میں سچے ہو تو ہم سے جس عذاب کی بات کرتے ہو وہ عذاب لے آؤ، اس پر آپ نے فرمایا: اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ۔ یعنی نزول عذاب اور اس کے مناسب وقت کا علم اللہ کو ہے، میں تو فقط ایک پیغام رساں ہوں اور تمھارا خیر خواہ ہوں، لہٰذا تم مجھے دعوت حق سے مت روکو اور عذاب الٰہی کے معاملے میں جلدی مت مچاؤ۔

حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کے بے جا اعتراضات کا جواب دینے کے بعد ان کی زبان درازی پر روک لگاتے ہوئے فرمایا: وَ

لٰكِنِّيٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ جاہل ہو۔ اور تمھاری جہالت اس بات سے عیاں ہے کہ تم نے حق پر باطل کو ترجیح دی، اللہ کی گرفت کو معمولی سمجھا، عذاب الٰہی سے پناہ مانگنے کے بجائے تعجیل کا مطالبہ کیا، اور ایک نبی برحق کے ساتھ زبان درازی کی اور ان کی صداقت واخلاص کو چیلنج کیا، ان تمام جرائم کا اصل سبب تمھاری جہالت اور عناد ہے۔

قرآن کریم نے جابجا اقوام عالم کی اعتقادی کمزوریوں کا ذکر کیا، اور جہالت ولاعلمی کو اس کی اصل وجہ قرار دیا، اور فرمایا کہ جو لوگ علم وآگہی سے کوسوں دور ہیں انھیں اللہ کے بارے میں کلام کرنے کا کوئی حق نہیں، کیوں کہ ایسے جہالت پیشہ افراد خود بھی گمراہ ہوتے ہیں، دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں، اور سب کے لیے دنیا وآخرت میں تباہی کا سبب بن جاتے ہیں، فرمایا:

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ لَا هُدًى وَّ لَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ○ ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّ نُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ○ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ○۔ (سورۂ حج، 8-10)

کچھ لوگ علم وہدایت اور روشن کتاب کے دلائل سے آزاد ہوکر اللہ کے بارے میں جدال کرتے ہیں، تکبر سے گردن مروڑتے ہیں، تاکہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے پھیر دیں، ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے، ہم انھیں قیامت کے دن آگ کا مزہ چکھائیں گے، یہ تمھارے عمل کا بدلہ ہے، اللہ اپنے بندوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا۔

مذکورہ بالا آیات بینات کی روشنی میں یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ جہالت انسان کو راہ راست سے پھیر دیتی ہے، قبول حق سے محروم کردیتی ہے، اللہ ورسول کا گستاخ بنادیتی ہے، اور دنیا وآخرت کو برباد کردیتی ہے، اسی لیے ہمہ وقت جہالت کے خلاف برسرپیکار رہنے کی ضرورت ہے، تاکہ بندہ کفر وشرک، نفاق والحاد اور گمراہیت وبے دینیت سے محفوظ رہ سکے۔

جہالت اور بدعملی:

جہالت کی بنیاد پر عقائد کے ساتھ ساتھ اعمال بھی برباد ہوجاتے ہیں، اسی لیے قرآن کریم نے متعدّد مقامات پر بدعملی کے ساتھ جہالت ونا خواندگی کا ذکر کیا، تاکہ اس بات دلیل قائم ہوجائے کہ عملی زندگی میں ناکامی کی اصل وجہ جہالت ہے، اور انسان کو نیک اور بامراد بننے کے لیے جہالت پر قابو پانا از حد ضروری ہے، اس سلسلے میں کچھ آیتیں ملاحظہ فرمائیں۔

1 – بارگاہ خداوندی میں محبوبیت کا معیار ایمان اور تقوی ہے، لیکن زر پرست کافر سمجھتے ہیں کہ مقبولیت کا معیار دولت اور شہرت ہے، اسی لیے وہ کسی تنگ دست مسلمان کے ساتھ ایک دسترخوان پر بیٹھنے میں عار محسوس کرتے ہیں، قرآن کریم نے ایسے لوگوں کی جہالت کا پردہ چاک کرتے ہوئے فرمایا:

وَ يٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَ مَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَ لٰكِنِّيٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ○ (سورۂ ہود، 29)

نوح نے اپنی قوم سے کہا کہ میں اپنی دعوت وتبلیغ پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو اللہ کے ذمۂ کرم پر ہے، اور میں ایمان لانے والوں کو دھتکارنے والا بھی نہیں، بے شک وہ اپنے رب سے ملاقات کریں گے، لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تم جاہل ہو۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو حق کی طرف بلایا تو انھوں نے کہا کہ آپ کے پیروکار فقیر اور نادار ہیں، ہم ان کے ساتھ آپ کی مجلس میں نہیں بیٹھ سکتے، آپ انھیں اپنی مجلس سے برخواست کردیں تو ہم آپ کی مجلس میں حاضر ہوں گے، اور آپ کے ہر حکم پر سر تسلیم خم کریں گے، اس پر حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تمھارے مطالبے پر اپنے صادق الایمان اصحاب کو کبھی رخصت نہیں کرسکتا، کیوں کہ جب یہ خدا کے حضور حاضر ہوں گے تو میرے بارے میں شکایت کریں گے، لیکن یاد رکھو کہ ان کی فقیری کو آڑ بناکر ایمان نہ لانا، اور قبول حق سے انحراف کرنا سراسر جہالت ہے، کیوں کہ ہم جس خدا کا پیغام سنانے والے ہیں اس کی بارگاہ میں نسبی شرافت، خاندانی وجاہت اور مال ودولت کی کوئی حیثیت نہیں ہے، اس کے پاس معیار فضیلت ایمان اور تقوی ہے، اور اس معیار کے مطابق میرے اصحاب تم سے بدرجہا بہتر ہیں، لیکن تم نے اپنی جہالت ولاعلمی کے باعث معیار فضیلت کو باعث رسوائی سمجھ لیا، اور سامان ہلاکت کو باعث فخر تصور کرلیا، یہ جہالت تمھاری ہلاکت ورسوائی کے لیے کافی ہے۔

------------------------(جاری)

علمی تحقیقی

(آخری قسط)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ـــــ بحیثیت مفسّر

مولانا نفیس احمد مصباحی

ششم: تشدید اور مد کی جگہوں پر ان کا لحاظ رکھنا، کیوں کہ ان کی رعایت کرنے سے کلام کی عظمت وجلالت نمایاں ہوتی ہے، اور یہ کلام کی اثرانگیزی میں مددگار ہوتی ہے۔

ہفتم: اگر قرآن میں کوئی خوف کا مضمون سنے تو وہاں تھوڑا ٹھہر جائے، اور اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے، اور اگر ایسی چیز سنے جو اسے مطلوب ومقصود ہو تب بھی ٹھہر جائے اور اس کو بارگاہ الٰہی میں اپنے لیے طلب کرلے۔ اور اگر قرآن میں کسی دعا یا ذکر کے پڑھنے کا حکم ہو تو وہاں بھی ٹھہر جائے اور اس دعا یا ذکر کو کم سے کم ایک بار ضرور پڑھے۔

یہ سات چیزیں جن کی رعایت ترتیل میں ضروری ہے، یہ صرف ایک چیز کے لیے ہے، جو مقصود بالذات ہے، اور وہ ہے قرآن کی آیات میں غور کرنا اور انھیں سمجھنا، اور یہ مقصد ان سات چیزوں کا لحاظ کیے بغیر نہ پڑھنے والے کو حاصل ہوتا ہے، نہ سننے والے کو۔ ان سات چیزوں کی رعایت کے بغیر قرآن پڑھنا، شعر پڑھنے کی طرح بے سود ہو جاتا ہے۔

اسی لیے حضرت عبداللہ بن مسعود اور دیگر کبارِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے فرمایا: ”قرآن کریم کے کلمات کو ناقص اور ردی کھجوروں کی طرح نہ بکھیرو، اور شعر پڑھنے کی طرح انھیں نہ لپیٹو (یعنی شعر کی طرح انھیں جلدی جلدی نہ پڑھو بلکہ) اس کے عجائبات پر ٹھہرو، اس کے ذریعے اپنے دلوں میں حرکت پیدا کرو، اور سورت کو جلد ختم کرنے اور اس کے آخر تک پہنچنے کی فکر مت کرو۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ سے لوگوں نے پوچھا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرآن کریم کس طرح پڑھتے تھے؟ تو فرمایا: حرکتوں کو بڑھاتے تھے (یعنی زبر، زیر، پیش کو پورا ادا کرتے تھے۔) اور حضرت انس کی روایت میں بھی ہے کہ آپ قرآن پڑھنے میں آواز دراز فرماتے تھے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تہجد کی نماز میں ایک آیت بار بار پڑھتے اور دہراتے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی، وہ آیت یہ ہے:

” اِنۡ تُعَذِّبۡهُمۡ فَاِنَّهُمۡ عِبَادُكَ‌ۚ وَاِنۡ تَغۡفِرۡ لَهُمۡ فَاِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ۝۱۱۸“

(اگر تو انھیں سزا دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر انھیں معاف فرمادے تو تو ہی زبر دست، حکمت والا ہے۔)

اسی لیے علما فرماتے ہیں کہ تلاوت قرآن میں تدبر کا ادنی درجہ یہ ہے کہ ہر خطاب اور قصے کا مخاطب اپنے آپ کو جانے، اور اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ متکلّم کو اور اس کے صفات وافعال کا اس کلام میں مشاہدہ کرے، اور تدبر کا درمیانی مرتبہ یہ ہے کہ اس کلام کو حضرت حق جل شانہ سے بلاواسطہ سنے۔

اس مقام پر یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ سلوک الی اللہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حضوری اپنے نزدیک طلب کرلے، چوں کہ اللہ تعالیٰ جسم سے بھی پاک ہے اور جسمانیت کے لوازم سے بھی پاک ہے تو اس کی حضوری ان تین طریقوں میں سے ایک سے ہو سکتی ہے:

پہلا طریقہ ”تصور“ ہے جسے عرف شرع میں ”تفکر“ کہتے ہیں، اور اہل سلوک کی اصطلاح میں ”مراقبہ“ اور ”نگرانی“ بھی کہتے ہیں۔

دوسرا طریقہ ذکر ہے۔

تیسرا طریقہ تلاوت کلام اللہ ہے۔]

”وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى“ کی تفسیر:

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اور پایا تم کو راہ بھولا ہوا تو تم کو راہ بتائی“ اس آیت میں ہدایت اور ضلال کی توضیح یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بالغ ہونے کے بعد کمال عقل اور دانائی کے سبب سے یہ معلوم ہو گیا کہ بتوں کی پوجا اور کفر وجاہلیت کی رسمیں سب بے اصل اور لچر پوچ ہیں تو دین حق کی کھوج

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

اور تلاش کے درپے ہوئے اور بڑے بوڑھوں کی زبان سے سنا کہ ہمارا اصل دین حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو یہ خیال آیا اور تدبیر سوجھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح خدا کی طرف پورے طور پر رجوع ہو جاؤں اور اس کی عبادت و بندگی کروں، لیکن چوں کہ دین ابراہیمی نہ کسی کو یاد رہا تھا اور نہ کسی کتاب میں لکھا ہوا اور نہ رسول اکرم ﷺ کتاب پڑھ سکتے تھے اس لیے اس دین کے احکام کی کھوج اور تلاش کرنے میں بے قرار ہو کر تسبیح، تہلیل، تکبیر، اعتکاف، جنابت کا غسل، حج کے مناسک کی ادائیگی اور خلوت و گوشہ نشینی سے اور اسی طرح کے اور دوسرے امور جتنے آپ کو معلوم ہوسکے ان میں مشغول رہتے تھے اس وقت تک اللہ تعالی نے اپنی وحی سے ان کو پاک دین کے اصول پر مطلع فرمایا اور آگاہ کیا اور اس پاک دین کے فروعات بہت اچھی طرح سے ان کے لیے معین و مقرر فرمائے۔ اس وقت آپ کی بے قراری جاری رہی جو حق دین نہ پانے کے سبب رہتی تھی، گویا اپنی کھوئی ہوئی چیز پائی اور جس راہ پر چلنا چاہتے تھے اور وہ راہ نظر نہ آتی تھی وہ آپ کو دکھائی۔ اس بنا پر اس راہ کے نہ پانے کی بے قراری کو راہ بھولنے سے تعبیر کر دیا یعنی ضالاً فرمایا اور اہل تفسیر یہ بات جیسی چاہیے تھی ویسی پورے طور پر نہ سمجھے اس لیے اس بھولنے کی تفسیر میں بہت دور پر جا پڑے ہیں۔

بعض مفسرین کہتے ہیں: ضلال سے مراد ظاہر ہے کہ راہ بھولنی ہے جو لڑکپن کی حالت میں آپ مکے کے پہاڑوں کے بعضے درّوں میں گھر کی راہ بھول کر حیران بھٹکتے پھرتے تھے کہ ابو جہل اونٹنی پر سوار اچانک ادھر جا نکلا اور آپ کو اٹھا کے اونٹنی پر سوار کر کے (آپ کے دادا) عبد المطلب کے پاس لے آیا اور کہنے لگا کہ ہم نہیں جانتے کہ اس تیرے بیٹے سے ہمیں کیا کچھ پہنچے گا؟ عبد المطلب نے پوچھا: کیوں؟ ابو جہل بولا کہ میں نے اس لڑکے کو فلاں درّے میں رستہ بھولا ہوا بھٹکتا پایا تو اس کو اٹھا کر پہلے اپنی پیٹھ کے پیچھے سوار کر لیا تو اونٹنی ہرگز نہ چلی بیٹھ بیٹھ جاتی تھی، جب اس کو میں نے اپنے آگے بٹھایا تب یہ اونٹنی اٹھ کر چلنے لگی۔

اس قصے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے سے مشابہت ہے کہ جس طرح اللہ تعالے نے موسیٰ علیہ السلام کی پرورش ان کے دشمن فرعون کے ہاتھ کرائی۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کو ان کے دشمن ابو جہل کے ذریعے ان کے دادا عبد المطلب کے پاس پہنچوایا۔

اور بعض مفسرین کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی دائی بی بی حلیمہ آپ کو اپنے گھر سے عبد المطلب کے یہاں پہنچانے لائیں اور مکہ معظمہ کے دروازے پر آپ ان کے پاس سے گم ہو گئے تو بے قرار ہو کر بڑے بت کے پاس گئیں اور بلند آواز سے رونے لگیں جوں ہی رسول اللہ ﷺ کا نام مبارک لیا سارے بت اوندھے منھ گر پڑے اور بتوں کے اندر سے ایک آواز نکلی کہ ہے ہے یہ کیا نام لیتی ہے؛ کیوں کہ اسی لڑکے کے ہاتھ میں ہماری تباہی اور بربادی ہے۔

اسی دوران حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آ کر رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر ان کے دادا عبد المطلب کے پاس پہنچا دیا۔ آپ کی دائی بی بی حلیمہ بت خانے سے ناامید ہو کر اس ارادے سے نکلیں کہ عبد المطلب کو آپ کے گم ہو جانے کی خبر دوں تاکہ آپ کو ڈھونڈیں، جب وہاں گئیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ آپ عبد المطلب کے پاس بیٹھے ہیں، یہ دیکھ کر بہت اچنبھے میں پڑیں اور دنگ رہ گئیں۔ آیت کریمہ "وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۞" میں اسی قصے کی طرف اشارہ ہے۔

اور کچھ مفسّرین کہتے ہیں کہ ضال سے مراد ہجرت کے رُخ کا بھولنا ہے کہ کس طرف جانا چاہیے، یا قبلے کا گم کرنا، یا جبرئیل علیہ السلام کا پہلے پہل نہ پہچاننا، یا دنیا کے کاروبار کی راہ بھولنا کہ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ عبادت میں حد درجہ مشغول ہونے کے سبب سے دنیا کے کام کاج اور لین دین کے دستور سے باخبر نہ تھے اور اس سے سروکار نہ رکھتے تھے۔ یا آسمانی راستوں کا گم کرنا مراد ہے؛ کیوں کہ وہ راستے معراج کی رات معلوم ہوئے۔

اور بعض مفسّرین کہتے ہیں کہ ضلال اس جگہ مل جانے کے معنی میں ہے، چناں چہ عرب کہتے ہیں:

"ضل الماءُ في اللبن"

یعنی پانی دودھ میں مل گیا ایسا کہ (دونوں میں) فرق اور تمیز نہیں کر سکتے۔ نبی اکرم ﷺ نبوت سے پہلے کافروں میں گھلے ملے تھے، کوئی آپ کو ممتاز کر کے نہ پہچانتا تھا۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ ضلال کے معنی محبت اور عشق کا مرتبہ ہے، چناں چہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے اپنے باپ کی حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ کمال عشق اور محبت کو یوں بیان کیا:

"اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ۞"

اس کے یہ معنی کہ بے شک آپ اپنے قدیم ضلال میں یعنی اپنے اگلے عشق اور محبت میں ہیں۔ اور ہدایت سے مراد وہ ہے کہ ہم نے تجھے آپ کے محبوب اور مطلوب سے ملنے کی راہ بتادی۔

الغرض مفسّرین کی باتیں اسی طرز کی ہیں، یہاں یہ سمجھنا چاہیے کہ تمام انبیا علیہم السلام بعثت سے پہلے بھی اور بعثت کے بعد بھی اصلی اور طبعی کفر اور گمراہی سے پاک اور معصوم اور محفوظ ہوتے ہیں بلکہ عمداً گناہ کرنے سے بھی پاک ہیں۔ چناں چہ حدیث شریف میں ہے کہ میں نے کبھی نہ چاہا کہ کوئی کام کروں جو جاہلیت والے کرتے تھے سوائے دو بار کے، اور دونوں بار فضلِ الٰہی نے مجھے وہ کام کرنے نہ دیا اور عصمتِ الٰہی میرے اور اس کام کے بیچ میں حائل اور مانع ہوگئی، اور وہ دو کام یہ تھے کہ ایک دن قریش کے ایک نوجوان کو جو شہر مکہ کے باہر میرے ساتھ بکریاں اور بھیڑیں چراتا تھا میں نے کہا کہ میری بکریوں اور بھیڑیں کی خبرگیری کرنا تاکہ میں شہر مکہ جاکر ان جوانوں سے کہانیاں سنوں جو وہاں کہانیاں سنارہے ہیں۔ جب اس ارادے سے شہر مکہ میں داخل ہوا تو پہلے ہی گھر سے جو میرے راستے پر تھا گانے بجانے کی آواز سنی اور پوچھا کہ یہاں کیا ہے؟ بولے کہ فلاں شخص کی فلاں عورت سے آج شادی ہوئی ہے۔ یہ سن کر میں گیا اور چاہا کہ بیٹھ کر تماشا دیکھوں۔ بیٹھتے ہی اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نیند اس طرح غالب کر دی کہ دن نکلے تک نہ جاگا، جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ وہ مجلس برخاست ہوچکی ہے۔ اسی طرح پھر دوسری مرتبہ قصد کیا تو پھر میرے اور باجے گاجے کھیل تماشے اور قصے سننے کے درمیان نیند حائل ہوگئی اور عصمتِ الٰہی کے سبب سے میں محفوظ رہا۔ پھر اس دن کے بعد کبھی میرے خیال میں بھی یہ بات نہ آئی، یہاں تک کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور پیغمبری سے سرفراز فرمایا اور اس عصمت کو دوگنا کیا لیکن شریعتوں کے احکام نہ جاننے کی بے قراری پیغمبروں کو بھی بعثت سے پہلے ہوتی ہے اور وہ راہِ حق کی تلاش میں رہتے ہیں اور لفظ ضلال کے معنی کے لیے اتنا ہی کافی ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔[1]

"اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ" کی تفسیر:

حضرت مفسر علیہ الرحمۃ "اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ" کی تفسیر میں استعانت کی تحقیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"باید فہمید کہ استعانت از غیر بوجہے کہ اعتماد بر آں غیر بود و او را مظہر عونِ الٰہی نداند حرام است، واگر التفات محض، بجانب حق است و او را یکے از مظاہر عون دانستہ و نظر بکارخانہ اسباب و حکمت تعالیٰ در آن نمودہ بغیر استعانت نماید و راز عرفان نہ خواہد بود و در شرع نیز جائز و روا است، و انبیا و اولیا ایں نوع استعانت بالغیر کردہ اند، و در حقیقت ایں نوع استعانت بغیر نیست بلکہ استعانت بحضرت حق است لاغیر۔"[2]

(ترجمہ: جاننا چاہیے کہ کسی غیر پر اعتماد کرتے ہوئے اور اسے عونِ الٰہی کا مظہر جانے بغیر مدد مانگنا حرام ہے، اور اگر توجہ حق تعالیٰ کی طرف ہے اور اس کو اللہ کی مدد کا ایک مظہر جان کر اور اللہ تعالیٰ کی حکمت اور کارخانہ اسباب پر نظر کرتے ہوئے اس سے مدد مانگی تو یہ عرفان سے دور نہیں اور شریعت میں بھی جائز ہے اور اس قسم کی استعانت بالغیر تو انبیاے کرام و اولیاے ذوی الاحترام نے بھی کی ہے، حقیقت میں یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے مدد مانگنا نہیں بلکہ اسی سے مدد مانگنا ہے۔)

حقیقت یہ ہے کہ تفسیر عزیزی گوناگوں معلومات کا ایک بیش بہا خزانہ ہے، اس کے مطالعہ سے حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کا علمی کمال اور فنی جاہ و جلال نمایاں ہوکر سامنے آتا ہے، میں نے اس کے مطالعے کے وقت اس پر گفتگو کے بہت سے گوشے اور ذیلی عنوانات نوٹ کیے تھے، مگر وقت کی تنگی کی وجہ سے ان پر گفتگو نہ ہوسکی۔ اب اخیر میں اس اعتراف کے ساتھ اپنی بات ختم کرتا ہوں:

"ابھی اس بحر میں باقی ہیں لاکھوں لولوے لالا"

---

(1)۔ تفسیر عزیزی، پارہ عم، سورۃ الضحیٰ، ص: 221،220۔

(2)۔ مصدر سابق، ص: 20، سورۂ فاتحہ۔

☆☆☆☆

ممبئی میں ماہنامہ اشرفیہ ملنے کا پتہ

جناب مولانا محمد شریف الدین صاحب

خطیب و امام نئی سنی مسجد، گھڑپ دیو، ممبئی-33

موبائل نمبر: 9821204234

راجستھان میں ماہنامہ اشرفیہ ملنے کا پتہ

جناب محمد ہاشم صاحب لعل محمد صاحب

جیلانی یونانی اسٹور، سرواڑ، ضلع باڑمیر، راجستھان

موبائل نمبر: 9799166923

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ دین/سوال آپ بھی کرسکتے ہیں

آپ کے مسائل

-٭-٭-٭-٭-٭-٭٭٭ مفتی اشرفیہ **محمد نظام الدین رضوی** کے قلم سے ٭٭٭-٭-٭-٭-٭-٭-

سائبر ٹھگ کے گھر دعوت کھانے اور اس سے ہدیہ وصول کرنے کا حکم

آج سائبر چوری بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہے، سائبر چوروں کے گھر کھانے پینے اور دعوت قبول کرنے کے معاملے میں ائمۂ مساجد کو بڑی پریشانی ہوتی ہے، ائمہ حضرات کھائیں تو لوگ ان پر الزام لگاتے ہوئے کہتے ہیں کہ امام صاحب حرام خور ہیں، اور نہ کھائیں تو دعوت دینے والے اعتراض کرتے ہیں کہ ہمارے یہاں کیوں نہیں کھاسکتے، ہم سے تنخواہ کیوں نہیں لے سکتے۔ سائبر چوروں کے پاس جائز آمدنی کا کوئی دوسرا ذریعہ بھی نہیں ہوتا۔ اسی دھندھے سے وہ لکھ پتی کروڑ پتی بنے ہوئے ہوتے ہیں۔

سائبر چوری یا سائبر ٹھگی یہ ہے کہ ٹھگ کسی شخص سے بذریعہ فون بات کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میں بینک منیجر، یا بینک ادھیکاری بات کررہا ہوں، آپ کا اے ٹی ایم کارڈ، کریڈٹ کارڈ یا بینک اکاؤنٹ بند ہوگیا یا بند ہونے والا ہے، کیا آپ اپنے کارڈ یا کھاتے کو جاری (چالو) رکھنا چاہتے ہیں؟ فون رسیو کرنے والا جواب میں کہتا ہے ہاں، اس پر ٹھگ کہتا ہے: کارڈ پر درج نمبر اور اکسپائری تاریخ بتائیے، اور یہ بھی کہتا ہے کہ ویریفکیشن (تصدیق) کے لیے آپ کے موبائل پر ایک کوڈ جائے گا اسے بتائیں، تو ہم آپ کے کارڈ یا اکاؤنٹ کو جاری کردیں گے، جب آدمی ٹھگ کو مذکورہ معلومات دے دیتا ہے تو ٹھگ اس کی مدد سے اس کے بیلنس کو ٹرانسفر کرنے لگتا ہے، جس سے کھاتے دار کے موبائل پر "بینک" کی طرف سے ایک خفیہ کوڈ جاتا ہے، جسے او ٹی پی (OTP-One Time Password) کہا جاتا ہے، جس کے بغیر لین دین نہیں ہوتا۔ ٹھگ فوراً اس آدمی سے وہ کوڈ حاصل کرتا ہے۔ اور اس کی مدد سے فون پے، گوگل پے، پے ٹی ایم، وغیرہ لین دین کے الیکٹرانک ذرائع سے اس کے کھاتے کے بیلنس (رقم) کو اپنے فرضی اکاؤنٹ یا اِئرٹیل ای والیٹ، جیو ای والیٹ وغیرہ آن لائن اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کر لیتا ہے، یا اس رقم سے موبائل، لیپ ٹاپ، فریج، کولر وغیرہ مشین آن لائن شاپنگ کرلیتا ہے، پھر اس کو بیچ کو اس سے رقم حاصل کرتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے طریقے ٹھگنے کے لیے استعمال کرتا ہے۔

در مختار، فتاوی رضویہ، بہار شریعت وغیرہ کتب فقہ میں واضح طور پر مذکور ہے کہ "حرام شئ پر عقد و نقد جمع نہ ہوں تو اس کے عوض خریدی ہوئی چیز خبیث و حرام نہیں ہوتی۔"

اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ

(۱) کیا یہ اصول کسی حدیث یا آیت سے ماخوذ ہے؟

(۲) ٭ آج جس طرح سے خرید و فروخت ہوتی ہے اس میں عموماً حرام پر عقد و نقد کا اجتماع نہیں ہوتا، تو خریدی ہوئی سب چیزیں گوشت، آٹا، چاول وغیرہ حلال ہوں گی، اس صورت میں مزدوری کرکے کھائیں یا چوری کرکے کھائیں، کھانا دونوں صورتوں میں یکساں ہوگا؟

٭ اگر اس اصول پر فتوی دیا جائے تو آج کسی بھی چور، ڈاکو، لٹیرے، غاصب، خائن، سود خور، رشوت خور کو یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ حرام کھاتا ہے۔ یعنی چوری، ڈکیتی کرتے ہوئے بھی وہ حلال خور ہوگا۔ اس طرح سے چوری کرکے کھائے یا مزدوری کرکے کھائے دونوں برابر ہوگا؟

٭ جب چوری کرکے کھانے کے باوجود حلال خور ہی رہیں گے تو اس کا منفی اثر یہ ہوگا کہ لوگ چوری چکاری، خیانت، غصب وغیرہ حرام کام کریں گے اور اس سے حرام پیشوں کو فروغ ملے گا، حرام کام عام ہوگا، اور دین کا نقصان ہوگا۔

(۳) جن چوروں یا ٹھگوں کے پاس حلال آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں ہوتا، کیا ان کی دعوت، تنخواہ کی رقم، میلاد فاتحہ کا ہدیہ وغیرہ قبول کیا جائے یا نہیں؟

امید ہے کہ مذکورہ خلجان کو مدّ نظر رکھتے ہوئے تشفی بخش جواب سے شاد کام فرمائیں گے، جو عوام و ائمہ ہر ایک کے لیے قابلِ فہم اور اطمینان بخش ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم٭حامداً و مصلّیاً و مسلّماً

الجواب(۱): چوری، غصب یا جھوٹ فریب کے ذریعے کوئی مال مثلاً چاول، دال، سبزی، گوشت یا کپڑا وغیرہ خریدنا حرام ہے اور کوئی شخص ایسے حرام روپیے سے خریداری کرے تو وہ گناہ گار و مستحق عذاب نار ہے اس پر فرض ہے کہ وہ روپیے ان کے مالک کو واپس کرے نہ کہ اپنے کام میں لائے، ساتھ ہی اللہ کی بارگاہ میں پوری ندامت کے ساتھ سچی توبہ کرے اور اس طرح کی چوری اور گناہ سے باز آجائے لیکن اگر وہ تائب نہ ہو، اپنی عادتِ بد سے باز نہ آئے تو اب سوال یہ ہے کہ ایسے حرام روپیے سے خریدا ہوا مال خبیث و ناپاک ہے یا نہیں، تو ہمارے فقہاے کرام نے اس پر یہ روشنی ڈالی ہے کہ اس حرام روپیے پر عقد و نقد دونوں جمع ہوں تو ان سے خریدا ہوا مال بھی خبیث و ناپاک ہے جسے کھانا کھلانا حرام ہے اور اگر عقد و نقد دونوں نہ جمع ہوں بلکہ دونوں میں سے ایک ہو تو خریدار کے حق میں مالِ حرام پر عقد یا اسے نقد دینا تو حرام ہے لیکن خریدا ہوا مال حلال ہے۔

حرام مال دکھا کر کہے کہ اس کے بدلے مثلاً یہ چاول یا دال وغیرہ دے دو، پھر وہی مالِ حرام دام میں نقد ادا کر دے تو یہ مال حرام پر عقد و نقد کا جمع ہوا اور اس صورت میں خریدا ہوا مال بھی حرام و خبیث ہے، اور اگر مال حرام پر یوں عقد و نقد دونوں نہ جمع ہوں تو خریدا ہوا مال حلال و پاک ہے کہ واقع میں یہ خریداری مالِ مطلق پر ہوئی، اس لیے حرام کا اثر خریدے ہوئے مال میں سرایت نہ کرے گا لیکن خریدار کا دام میں وہ مالِ حرام دینا حرام ہے۔ یوں ہی اس پر عقد کرنا بھی حرام ہے۔ ان تمام امور کا ثبوت کتاب و سنت سے ہے۔

الجواب(۲): سائبر ٹھگ اور حلال مزدوری کرنے والوں میں بڑا فرق ہے، مزدوروں کا کام حلال، حاصل ہونے والی آمدنی حلال، اس آمدنی کو اپنے صرفے میں لانا حلال، اس خاص آمدنی سے خریدی ہوئی چیز حلال ——— جب کہ سائبر ٹھگ کا، جھوٹ، فریب، چوری اور ظلم پر مشتمل ابتدا سے انتہا تک کا پورا کام حرام ہے، اس کی آمدنی حرام، اس کو اپنے صرفے میں لانا حرام، خاص اور متعیّن طور پر اس آمدنی سے خریدی ہوئی چیز بھی حرام و خبیث ہے، اس پر فرض ہے کہ وہ آمدنی صاحب حق کو واپس کرے۔ صرف ایک صورت میں جس میں حرام پر عقد و نقد جمع نہ ہو خریدی ہوئی چیز حلال ہوتی ہے، اس سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ چور اور مزدور یکساں ہوجائے۔واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب(۳): سائبر ٹھگ کئی طرح کے گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں، ان کا یہ پیشہ حرام ہے کیوں کہ اس میں ''جھوٹ'' بھی ہے اور ''فریب'' بھی اور ''چوری'' بھی اور ''خلق خدا پر ظلم'' بھی اور یہ چاروں امور الگ الگ چار طرح کے حرام اور گناہ کے کام ہیں، اس لیے اصل حکم شرع تو یہی ہے کہ ان کے ساتھ اٹھنا، بیٹھنا اور کھانا پینا حرام و گناہ ہے، قرآن پاک میں ہے: وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ. (سورۂ انعام، آیت:۶۸) ترجمہ: اور اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

اس لیے ان سے تعلقات رکھنا اور ان کے ساتھ اٹھنا، بیٹھنا جائز نہیں، ممکن حد تک ان سے احتراز واجب ہے، لیکن آج کے حالات اس قدر بگڑ چکے ہیں کہ ان سے مکمل قطع تعلق کیا جائے تو بد مذہب اسے غنیمت سمجھیں گے اور پھر ان کی صحبت کی وجہ سے ان کی دیانت کے ساتھ ان کا دین و ایمان بھی ضائع ہو سکتا ہے پھر یہ اہل سنت کے لیے مضر بھی ثابت ہو سکتے ہیں، علاوہ ازیں اس طرح ان کی اصلاح کا دروازہ بھی بند ہو جائے گا، اس لیے آج کے حالات میں میری رائے یہ ہے کہ عام علما ان سے رابطہ مکمل نہ توڑیں، ان کے یہاں میلاد شریف پڑھیں، فاتحہ و ایصال ثواب کریں، دل میں برا جانتے ہوئے ان کے یہاں کھانا بھی کھالیں مگر ان سب کے ساتھ ان کی نرمی و خوبی کے ساتھ اصلاح بھی کریں بلکہ اصلاح کی سچی نیت سے ہی ان سے بقدر ضرورت تعلقات رکھیں تاکہ ممکن حد تک ان کی اصلاح ہو سکے اور کم از کم بد مذہبوں کی صحبت سے محفوظ رہ کر اپنا دین و ایمان بچا سکیں۔ ہاں بڑے علما جو قوم و ملت کے مقتدا و پیشوا سمجھے جاتے ہیں، وہ ان کے یہاں کھانے پینے سے بچیں اور انھیں اپنے یہاں بلا کر اچھی نصیحت کریں۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فإن لم یستطع فبلسانه، فإن لم یستطع فبقلبه، (اگر ہاتھ سے برائی نہ روک سکے تو اپنی زبان سے، اور زبان سے نہ روک سکے تو اپنے دل سے برا جانے۔)

اس تشریح کی روشنی میں مناسب یہ ہے کہ علماے کبار سائبر ٹھگوں سے دور رہیں، ان سے قریب نہ ہوں تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں ان کے گناہ کی شناعت و شدت ہلکی نہ ہو اور عوام بھی ان سے بچیں تاکہ ان کی صحبت کا برا اثر ان پر نہ پڑے اور عام علما و ائمہ ان کی اصلاح کے قصد سے اور ان کی دین و ایمان کی حفاظت کے لیے ان سے رابطے میں رہیں ساتھ ہی اس ربط و تعلق کو دل کے اندر برا جانیں۔واللہ تعالیٰ اعلم ☆☆☆☆

فکر امروز

امیر خسرو دہلوی کے ایک شعر کی شرحیں

ڈاکٹر سید حسن عباس

دنیائے سخن وری میں امیر خسرو دہلوی (م 725ھ) کا نام نامی اپنی خصوصیات کی بنا پر ہر کہ ومہ کی زبان پر ہے۔ معانی کے اختراع اور عجیب وغریب اسرار ورموز کے برملا انکشاف کرنے میں خسروؔ کا کوئی اور ثانی یا مقابل نظر نہیں آتا ہے۔ اگر نظم ونثر کے استادوں میں کوئی ایک دوفن میں بے نظیر تھا تو خسروؔ تمام فنوں میں ممتاز اور انفرادی حیثیت کے مالک تھے۔[1]

وہ سلطان الشعرا اور برہان الفضلا ہیں۔ شعروشاعری کی وادی میں یگانہ روزگار اور سرآمدِ بنی نوع انسان ہیں۔ وہ شاعری کی ایک دنیا ہیں جس کی انتہا نہیں ہے۔ مضامین و معانی کے اعتبار سے اور انواع شاعری میں انھیں جو قدرت حاصل ہے، وہ متقدمین اور متاخرین میں سے کسی شاعر کو نصیب نہیں ہوئی۔[2]

دولت شاہ سمرقندی نے ملک سخن وری کے بادشاہ کے لقب سے خسروؔ کو یاد کیا ہے۔[3]

امیر خسروؔ نے شاعری کی ابتدا میں زیادہ تر قصیدے کہے اور اپنے قصاید میں انوریؔ، ناخاقانیؔ، ظہیر فاریابیؔ اور کمال اصفہانی کا تتبع کیا البتہ معرفت اور مواعظ کے بیان میں حکیم سنائیؔ اور خاقانیؔ شروانی کی پیروی کی ہے۔ ان کے قصائد جن میں پندو موعظت، تصوف و عرفان، فلسفۂ الٰہیات و وحدانیت اور نعت رسول مقبول ﷺ کے مضامین شعری قالب میں پروئے گئے ہیں، بہت قیمتی اور فارسی قصائد کا اعلیٰ نمونہ سمجھے جاتے ہیں۔ امیر خسروؔ نے حکیم سنائی کے قصیدے کے جواب میں ''جنات النجات'' کے عنوان سے ایک قصیدہ کہا ہے جس میں توحید اور دینی عقائد پر روشنی ڈالی ہے۔ اسی طرح انھوں نے خاقانیؔ کے معرکۃ الآرا قصیدے ''مرآۃ النظر'' کے جواب میں قصیدہ ''مرآت الصفا'' نظم کیا۔ مولانا جامیؔ نے بھی اس قصیدے کے جواب میں ایک قصیدہ ''جلاء الروح'' تصنیف کیا اور مذکورہ تینوں قصیدوں کا محاکمہ کرتے ہوئے اعتراف کیا ہے کہ میرا قصیدہ خاقانیؔ اور خسروؔ کے قصیدے کے مرتبے کا نہیں ہے۔

مولانا جامیؔ پر امیر خسروؔ کے اثرات بالکل واضح ہیں۔ انھوں نے بھی مختلف طریقوں سے خسروؔ کا ذکر کیا ہے اور انھیں شاعروں میں بلند مقام و مرتبے والا بتایا ہے۔ انھوں نے امیر خسروؔ کی شاعرانہ عظمت کو اتنا وقیع سمجھا ہے کہ ان کی شاعری کا جواب لکھنا فضول بتایا ہے۔[4]

دید چو جامی بلند پایۂ خسروؔ
بیہدہ در معرضِ جواب در آمد

ایک عاشقان غزل میں مولانا جامیؔ نے خود کو امیر خسروؔ کا مقلد بتایا ہے۔

جامیؔ از خسروؔ ہمی گیرد طریق سوز و درد
طور او نبود خیالات محال انگیختن[5]

مولانا جامیؔ نے امیر خسروؔ کی تقلید میں اپنے دواوین کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ 1. فاتحۃ الشباب 2. واسطۃ العقد 3. خاتمۃ الحیوٰۃ۔ اور امیر خسرو کے خمسے کا جواب لکھا ہے۔ بہ الفاظ دیگر مولانا جامیؔ نے مثنوی گوئی میں خود کو حکیم نظامیؔ گنجوی اور امیر خسروؔ دہلوی کا مقلد بتایا ہے اور بارہا ان کے نام احترام سے لیے ہیں۔

امیر خسروؔ دہلوی کا ایک مشہور شعر ہے۔

ز دریائے شہادت چوں نہنگ لا برآرد سر
تیمم فرض گردد نوح را در وقت طوفانش

اس شعر کی کئی لوگوں نے اپنے اپنے طور پر شرحیں لکھی ہیں۔ مولانا جامی| نے بھی ایک منظوم شرح لکھی ہے۔ واضح رہے کہ مولانا جامیؔ نے امیر خسروؔ کے ایک اور شعر

ماہ نوی کاصل وی از سال خاست
گشت یکے ماہ بہ دہ سال راست[8]

کی شرح لکھی ہے۔ یہ شعر قرآن السعدین میں آیا ہے[7] یہ شعر کشتی کی تعریف میں ہے۔ جب مولانا جامی کی نظر اس شعر پر پڑی تو انھیں اس کے معنی سمجھنے میں دشواری ہوئی۔ پھر انھوں نے اس کی تفسیر وتشریح میں ایک رسالہ ہی لکھ ڈالا جس کے خاتمے کا ایک جملہ یہ ہے:

مدیر ''ادراک'' گوپال پور، باقر گنج، سیوان (بہار)

"چیزی خواستہ کہ بہ زبان ہند مخصوص باشد۔
اور جب شیخ جمالیؔ دہلوی 897ھ/1492ء کے بعد خراسان کے سفر کے دوران ہرات میں مولانا جامیؔ سے ملے تو جامیؔ نے ان سے مذکورہ شعر کے بارے میں استفسار کیا۔ شیخ جمالیؔ نے کہا: ہندوستان میں سال نام کا ایک درخت ہوتا ہے جس سے کشتی بناتے ہیں۔ قیاس ہے کہ مولانا نے 897ھ سے قبل یہ شرح لکھی ہوگی۔ یہ رسالہ ایران میں شائع ہو چکا ہے۔[8]

مولانا جامیؔ نے "ز دریائے شہادت" والے شعر کی شرح "حسب اشارت خدمت امارت مآبی سیادت انتسابی..." لکھی ہے لیکن یہ معلوم نہیں ہو سکا اور نہ ہی مولانا جامیؔ نے اس کی صراحت کی ہے کہ وہ شخص مذکور کون ہے۔

مولانا جامیؔ نے اس مختصر سے رسالے میں ابن عربی کے عقائد کے مطابق صفات تنزیہ کے نمائندے کی حیثیت سے نوح کے بارے میں بحث کی ہے اور لکھا ہے: اپنے اصل عدم کی جانب عبد کے رجوع کا راستہ ذکر ہے جو اللہ کی ذات کے سوا سب کو فانی سمجھتا ہے۔

شارح نے دریائے شہادت، نہنگ لا، اور نوح کی تشبیہوں کی توجیہ پیش کی ہے اور مجموعی طور پر الا الہ الا اللہ کی شرح پیش کی ہے۔ لیکن وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ بجائے لفظ سر کلمہ ھو، ہونا چاہیے اور لفظ لا کو نھنگ سے تشبیہ دینے کا مطلب اسے (نہنگ کو) ناچیز سمجھنا ہے بلکہ اللہ کے سوا ہر چیز ناچیز ہے۔

کسی ذریعہ سے اس شرح کی تالیف کا سال معلوم نہیں ہوتا کہ کب معرض تحریر میں آئی۔ لیکن ایا صوفیا، استنبول کے کتب خانے میں موجود کلیاتِ جامیؔ کے مخطوطے میں یہ شرح بھی شامل ہے۔ یہ کلیات 22 شعبان 877 ہجری کو بغداد میں کتابت ہوئی ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس تاریخ سے قبل یہ شرح لکھی جا چکی تھی۔ یہ شرح ایک بار مطبع مجتبائی دہلی میں 1329ھ/1911ء میں ایک مجموعہ کے ساتھ شائع ہو چکی ہے جو 92-89 صفحات پر مشتمل ہے۔ ایک بار راقم سطور کی کوشش سے مجلہ قند پارسی دہلی شمارہ 9 میں صفحہ 168-164 پر چھپ چکی ہے۔ راقم نے کتاب خانہ ملک، تہران میں موجود کلیاتِ جامیؔ (مکتوبہ 895ھ) سے اس شرح کو نقل کر کے کتاب خانہ مرکزی دانش گاہ تہران میں موجود اس کے ایک اور نسخے (مکتوبہ 1037ھ) سے مدد لے کر تدوین و تصحیح کی تھی۔ البتہ واضح رہے کہ مولانا جامیؔ کی اس شرح کے کچھ اور نسخے بھی مختلف کتاب خانوں میں ملتے ہیں۔

مولانا جامیؔ کے علاوہ امیر خسروؔ دہلوی کے اس شعر کی شرحیں صدر الدین ابو الفتح سید محمد حسینی چشتی معروف بہ گیسو دراز (م 826ھ/1422ء)، شمس الدین محمد ابن یحییٰ نور بخشی متخلص بہ اسیری لاہیجی (م: 912ھ)، سید اشرف جہانگیر سمنانی اور غلام علی ٹھٹھوی (م: 1302ھ) نے بھی کی ہیں۔

گیسودراز کی شرح ان کے یازدہ رسائل مطبوعہ حیدرآباد دکن 1360ھ، اور مطبوعہ کراچی: 1386ھ/1967ء میں شائع ہو چکی ہے۔[9]

اسیریؔ لاہیجی نے "گلشن راز" کی شرح مکمل کرنے کے بعد ایک نسخہ مولانا جامیؔ کو ہرات بھیجا۔ مولانا جامیؔ نے ذیل کی رباعی اس پر لکھ کر اسیریؔ کو بھیج دی۔

اے فقیر تو نور بخش ارباب نظر
خرم ز بہار خاطرت گلشن راز
یک رہ نظری بر مس قلبم انداز
شاید کہ برم رہ بہ حقیقت ز مجاز

اسیریؔ کی یہ شرح بھی "دیوان اشعار و رسائل" میں شامل ہے اور تہران سے چھپ چکی ہے۔[10]

غلام علی ٹھٹھوی نے بھی 1199ھ میں امیر خسروؔ کے اس شعر کی شرح لکھی جس کا مخطوطہ شاہ ولی اللہ کالج، منصورہ، حیدر آباد سندھ، پاکستان میں موجود ہے۔[11] غالباً ایک شرح امیر ابو العلا اکبر آبادی نے بھی لکھی ہے لیکن مجھے دستیاب نہیں ہو سکی۔ (12)

جہانگیر اشرف سمنانی کی شرح ان کے مکتوبات و رسائل، کے مجموعے میں ملتی ہے جس کا مخطوطہ علی گڑھ، شعبہ تاریخ کے کتاب خانے میں موجود ہے۔ اس کا نمبر 126 ہے اور یہ ورق 73 تا 76 پر ملتی ہے۔ مذکورہ مخطوطے کی کتابت 1117ھ میں بخط نسخ ہوئی ہے اور اس پر سید مخدوم بخش کی مہر بھی ثبت ہے۔ کئی سال قبل میں نے اس مخطوطے کو دیکھا تھا۔

اشرف سمنانی کی شرح مکتوب بست و سوم میں شامل ہے۔ یہ دراصل سلطان ابراہیم شاہ کے لیے لکھی گئی تھی۔ ایسا لگتا ہے کہ سلطان نے شاید امیر خسروؔ دہلوی کے اس شعر کے بارے میں استفسار کیا ہوگا، کیوں کہ اشرف سمنانی کے جواب سے ایسا ہی مترشح ہوتا ہے۔ یہ شعر بھی صوفیانہ اور عارفانہ ہے۔ اس کے مطالعے سے حضرت اشرف جہانگیر سمنانی کے ادیبانہ خیالات اور عارفانہ تخیلات کا بخوبی اندازہ ہوتا

ہے۔ عربی فارسی الفاظ کی پیوند کاری خوبصورتی سے کی گئی ہے۔ قدیم زمانے میں فارسی عبارتوں میں عربی الفاظ، محاوروں، فقروں اور ضرب الامثال وغیرہ یا آیات واحادیث کا استعمال رائج تھا۔ حضرت سمنانی کی یہ شرح اپنے دامن میں ایسے الفاظ سموئے ہوئے ہے جو فارسی عبارتوں میں پوری طرح کھپ گئے ہیں۔ جابجا برمحل اشعار کا سہارا بھی لیا گیا ہے۔

مذکورہ تمام شرحوں کو یکجا کر دیا جائے تو ایک اہم علمی خدمت ہوگی۔ ☆☆☆☆

حواشی:

(1)-برنی، ضیاء الدین: تاریخ فیروز شاہی مطبوعلی گڑھ:1957ء ص359 - اصل عبارت یہ ہے: ”در اختراع معانی وکشف رموز غریب نظیر خود نداشت۔ اگر استادان نظم ونثر در یک دوفن بے ہمتا بودند، امیر خسرو در جمیع فنون ممتاز ومستثنی بود۔“

(2)- عبد الحق دہلوی: اخبار الاخبار مطبوعہ ہند: ص 199 - اصل عبارت یہ ہے: ”وے سلطان الشعرا وبرہان الفضلا است۔ در وادی سخن یگانہ عالم و نقارہ نوع بنی آدم است۔ وی در سخن عالمے است از عوالم خداوندی کہ پایانی ندارد۔ آنچہ او را از مضامین و معانی در اطوار سخن و انواع آن دست داد، ہیچ کس را از شعراے متقدمین ومتاخرین نداده....“

(3)-دولت شاہ سمرقندی: تذکرۃ الشعرا: مطبوعہ تہران: 1338ش، ص:179 - اصل عبارت یوں ہے: ” از آنست کہ خسرو نام است و در ملک سخنوری این نامش تام است۔“

(4)-جامی: دیوان کامل: بکوشش ہاشم رضی: تہران: 1341ش ص291-349-   (5)-ایضًا   (6)-ایضا

(7)-قرآن السعدین: مطبوعہ علی گڑھ:1918ء: ص145۔

(8)-علی اصغر حکمت: جامی ترجمہ وتحشیہ وتکملہ بہ زبان اردو از سید عارف نوشاہی، لاہور:1403ھ/1983ء: ص349:291

(9)-سید عارف نوشاہی: فہرست کتاب ہاے فارسی چاپ سنگی و کمیاب کتاب خانہ گنج بخش، اسلام آباد، جلد1، ص:650۔

(10)-اسیری لاہیجی: دیوان اشعار و رسایل، بکوشش برات زنجانی، مطبوعہ تہران 1357ش، ص:332۔

(11)- احمد منزوی: فہرست مشترکہ نسخہ ہاے خطی فارسی پاکستان، جلد3، ص1587۔

(12)- حضرت سیدنا امیر ابوالعلا اکبر آبادی (م 1061ھ) نے اپنے ایک مرید وخلیفہ حضرت خواجہ صالح اورنگ آبادی (م1118ھ) کے نام ایک مکتوب میں ان کی درخواست پر اس شعر کی شرح فرمائی ہے۔ یہ مکتوب، مکتوبات حضرت امیر ابوالعلا مطبوعہ کاکو پریس ضلع گیا، بہار 1311ھ میں موجود ہے اور خانقاہ منعمیہ متین گھاٹ، پٹنہ سٹی کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔ (ادارہ)

(ص:40 کا بقیہ)

لسٹ تو بڑی لمبی ہے لیکن سمجھنے کے لیے یہی نام کافی ہوں گے......

سناتے ہیں کہ بندہ خود کچھ نہ کہے، ایسی صورت میں ان ہوشیار لوگوں کو غور سے دیکھیں اگر انکے اور انکی قوم کے کام ہو رہے ہیں تو آپ اپنا مطالبہ بھی رکھ دیں، نہ سننے، یا سمجھانے کی صورت میں آپشن B پر عمل کریں، یا ایسے وقت پر پالا بدلیں کہ آپ کو بے وقوف بنانے کی قیمت سود سمیت موصوف کو ادا کرنا پڑے .....

سیاسی لوگوں کا ایک حربہ اور ہوتا ہے کہ وہ اپنے اقتدار کے زمانے میں آپ کو مطلوبہ عہدہ یا شئے نہیں دیتے، جب ایک ڈیڑھ سال کا اقتدار بچتا ہے تب وہ آپ کو مطلوبہ چیز دے دیتے ہیں اور پھر سرکاری کام، آپ جانتے ہی ہیں....

تو یہ ایک ڈیڑھ سال کا زمانہ اپروول یا سرکاری دفاتر کے چکر لگانے میں ہی نکل جاتا ہے، اب آپ اس لیے ساتھ دیتے ہیں کہ حکومت آئی یا یہ بندہ کامیاب ہوا تو ہمارا رکا ہوا کام پورا ہو جائے گا، لیکن کون جانتا ہے کہ کل کیا ہوگا؟ اور آپ رہ جاتے ہیں، خوش قسمتی سے آپ کی پارٹی یا لیڈر کامیاب بھی ہو جاتا ہے تو آپ کو اپنا پچھلا کام کراتے ہوئے اقتدار کا آدھا زمانہ گزر جاتا ہے، ظاہر ہے آپ تب تک خاموش رہیں گے، اور اگر دوسرا کام چاہیں گے تو کہہ دیا جائے گا بھئی ایک تو پورا کرو، پھر آنا، اور پھر جب آپ جائیں گے تو کہیں گے ارے رکیے صاحب! سارے کام تو ہمارے نہیں ہوتے اور آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے سارے کام ہو جائیں، ہر چیز تھوڑی ہو سکتی ہے، چلیے پھر دیکھیں گے، نیتا جی کے اتنا کہنے کے بعد آپ خود ہی انکے پاس نہیں جائیں گے، اور پھر اخیر وقت میں آپ کو بلا کر پوچھیں گے اچھا وہ آپ نے ایک کام کے لیے کہا تھا، اب اسے دیکھ لیتے ہیں اور پھر وہی ڈرامہ شروع ہو جاتا ہے ....

اس لیے سیاست میں آپ کو صرف فائدہ دیکھنا ہے کہ کیسے ملتا ہے، یہ آپ پر منحصر ہے موقع دیکھتے ہی چوکا مارنا جانتے ہیں تو پھر سیاست کریے، ورنہ صرف غلامی ہوگی سیاست نہیں، ہاں! آپ اسے ”نام“ جو چاہیں دے سکتے ہیں.

☆☆☆☆

شعاعیں

امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب

مولانا محمد اسماعیل شمسی

اٹھارہ ذوالحجہ کو خلیفہ سوم، داماد رسول ﷺ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا یوم شہادت ہے۔ آپ کا نام عثمان، کنیت ابو عمر اور لقب ذوالنورین ہے۔

سلسلۂ نسب: عثمان بن عفان بن ابوالعاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف پانچویں پشت میں نبی کریم ﷺ سے جا کر ملتا ہے۔ آپ کی نانی جان "ام حکیم البیضاء" حضرت عبدالمطلب کی بیٹی ہیں جو حضور ﷺ کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سگی بہن ہیں۔ اس رشتہ کے لحاظ سے آپ کی والدہ حضور ﷺ کی پھوپھی ہیں۔

آپ کی ولادت عام الفیل کے چھ سال بعد ہوئی۔ آپ ان خوش قسمت لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے ابتدا میں اسلام قبول کیا۔ ابن اسحاق کے قول کے مطابق آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعوت پر اسلام قبول کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد مردوں میں چوتھے آپ ہیں جو مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ سخاوت، محاسن اخلاق، حلم و وقار، تقویٰ وطہارت اور حسن معاشرت میں اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ تاریخ انسانیت میں ایک منفرد مقام اللہ تعالیٰ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمایا۔ سوائے آپ کے کسی نبی کی دو بیٹیاں کسی امتی کے نکاح میں یکے بعد دیگرے نہیں آئیں۔ غزوۂ بدر کے فورا بعد جب حضور ﷺ کی پیاری صاحب زادی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ہو گیا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی جدائی میں بہت غمگین رہا کرتے تھے۔ حضور ﷺ نے اپنی دوسری صاحب زادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقد نکاح آپ کے ساتھ کر دیا۔ تاریخ الخلفاء میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نو ہجری میں حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا کہ "اگر میری چالیس بیٹیاں ہوتیں تو وہ بھی یکے بعد دیگرے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں دے دیتا" اسی لیے آپ کو ذوالنورین کا لقب عطا ہوا۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اس حقیقت کو یوں بیان کیا۔

نور کی سرکار سے پایا دو شالہ نور کا
ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا

آپ امت مسلمہ کے عظیم محسن ہیں۔ ہجرت کے بعد مسلمانوں کے لیے پینے کے پانی کی سخت تکلیف تھی۔ آپ نے ایک یہودی سے منہ مانگی قیمت ادا کر کے صاف شفاف پانی کا کنواں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔ اس موقع پر آپ کو زبان رسالت مآب ﷺ سے جنت الفردوس کی خوش خبری ملی۔ مسجد نبوی شریف کی توسیع کے لیے پچیس ہزار درہم کی ملحقہ زمین خرید کر وقف کر دی۔ غزوہ تبوک کے موقع پر مدینہ طیبہ میں مسلمان تنگدستی کا شکار تھے۔ حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو بڑھ چڑھ کر مالی تعاون کی تلقین فرمائی۔ حضرت عثمان غنی نے تین سو اونٹ مع ساز و سامان کے پیش کیے۔ اس موقع پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "آج کے بعد کوئی عمل عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نقصان نہیں دے گا"۔ اسی غزوہ کے موقع پر آپ نے ایک ہزار نقد دینار پیش کیے تو نبی کریم ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر تین دفعہ دعا کی "اے اللہ میں عثمان سے راضی ہوں تو بھی راضی ہو جا" (از: الالخفاء)

دور صدیقی میں جب قحط سالی کی صورت پیدا ہوئی تو آپ نے ایک ہزار اونٹوں پر آنے والا غلہ محتاجوں میں تقسیم فرما دیا۔ حالاں کہ تاجر کئی گنا زیادہ قیمت پر خریدنے کے لیے تیار تھے۔ غزوہ بدر کے موقع پر آپ کی اہلیہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سخت بیمار تھیں۔ ان کی تیمار داری کی وجہ سے آپ شریک نہ ہو سکے لیکن حضور ﷺ نے آپ کو بدری صحابہ میں شمار کرتے ہوئے مال غنیمت میں سے حصہ عطا فرمایا۔ اسی طرح بیعت رضوان کے موقع پر مقام حدیبیہ میں حضور ﷺ

ناظم شعبہ نشر واشاعت، امام احمد رضا مومنٹ، بنگلور

نے دوران بیعت اپنے ایک ہاتھ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیا۔ آپ کا شمار ان دس جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے جنہیں نبی کریم ﷺ نے دنیا میں جنت کی بشارت دے دی تھی۔ دو مرتبہ آپ کو اللہ کے رستے میں ہجرت کی سعادت نصیب ہوئی۔ ایک دفعہ آپ نے اپنی اہلیہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی اور نبی کریم ﷺ کے مدینہ شریف جانے کے بعد وہاں سے ہی آپ ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے۔ آپ نے پوری امت کو ایک قراتِ قرآن پر جمع کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں شروع ہونے والے فتوحات کے سلسلے کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ آپ کے دور میں طرابلس، شام، افریقہ، جزیرہ قبرص، جزیرہ روڈس، قسطنطنیہ، آرمینیا، خراسان، طبرستان اور کئی ایک مزید علاقے فتح ہوئے۔ آپ نے مدینہ پاک میں نہری نظام کو مضبوط کیا۔ سیلاب سے بچاو کے لیے ڈیم تعمیر کیے۔ کنویں کھدوائے۔

آپ حد درجہ شرم و حیا کرنے والے تھے۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دن نبی کریم ﷺ اپنے کاشانۂ اقدس پر تشریف فرما تھے۔ آپ کی پنڈلی مبارک سے کپڑا ہٹا ہوا تھا۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حاضر ہوئے تو آپ اسی کیفیت میں رہے۔ لیکن جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو آپ نے پنڈلی کو ڈھانپ لیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ان کے جانے کے بعد میں نے اس بارے میں آپ سے استفسار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے آسمان کے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔

(مسلم شریف کتاب فضائل الصحابہ۔ باب فضائل عثمان)

ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ آنے والے وقت کے فتنوں کا ذکر فرمارہے تھے۔ ایک شخص سر پر کپڑا ڈالے ہوئے پاس سے گزرا تو آپ نے اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ”فتنوں کے دور میں یہ شخص راہ ھدایت پر ہوگا“ حضرت مرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت مرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے پھر پوچھا یارسول اللہ کیا یہ شخص اس وقت راہ ہدایت پر ہوگا تو آپ نے فرمایا ”ہاں یہی“۔

ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عثمان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ فتنوں کے دور میں اس شخص کو شہید کر دیا جائے گا“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قاتلانہ حملے میں زخمی ہونے کے بعد اور اپنی شہادت سے پہلے خلیفہ کے انتخاب کے لیے چھ افراد کی کمیٹی بنائی تھی۔ ان میں حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمان بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم شامل تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد تین دنوں میں گفت و شنید اور افہام و تفہیم کے بعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ سوم منتخب کیا گیا۔

منتخب ہونے کے بعد آپ نے خطبہ میں فرمایا ”یاد رکھو دنیا سراپا فریب ہے۔ دنیا کی زندگی تمہیں غلط فہمیوں میں ڈال کر شیطان کے پنجہ وساوس میں مبتلا نہ کر دے۔ فانی عمر کی مہلت کافی حد تک گزر چکی ہے نہ جانے کس وقت پیغام اجل آجائے۔ جو لوگ تم سے پہلے گزر چکے ہیں ان سے عبرت حاصل کرو۔ اللہ نے دنیا کی مہلت اس لیے دی ہے کہ آخرت سنوار لو“ آپ نے تقریباً بارہ سال تک امور خلافت سرانجام دیے۔ آخری دور میں ایک یہودی النسل عبداللہ بن سبا نے کوفہ، بصرہ اور مصر کے فسادی گروہوں کو جمع کیا اور اسلام کے خلاف ایک گہری سازش کی۔ آپ پر طرح طرح کے الزامات کی بوچھار کی گئی۔ آپ نے ہر سوال کا معقول جواب دیا۔ ذوالحج کے مہینہ میں اکثر صحابہ کرام حج کی ادائگی کے لیے مکہ شریف چلے گئے تھے۔ سازشیوں کو موقع مل گیا اور آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ چالیس دنوں تک آپ اور آپ کے اہل خانہ کو بھوکا پیاسا رکھا گیا۔ ساتھیوں نے مقابلے کی اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا کہ ”میں اپنے نبی کے شہر کو خون سے رنگین نہیں کرنا چاہتا“ آپ نے تمام مصائب و آلام کے باوجود حضور ﷺ کی وصیت کے مطابق خلعت خلافت نہیں اتاری۔ اس طرح بروز جمعۃ المبارک بمطابق 18 ذوالحج 35 ہجری میں انتہائی درد ناک انداز میں آپ کو شہید کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر کروڑہا رحمتیں نازل فرمائے اور ان کے صدقے طفیل ہم گناہ گاروں کی مغفرت فرمائے۔ (آمین بجاہ سید المرسلین) ☆☆☆

بزم تصوف

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی کی
چند تصانیف وملفوظات

مبارک حسین مصباحی

غوث العالم محبوب یزدانی حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

"العلم بیضاء زهراء وسائر الفنون ذرارها."
علم روشن آفتاب ہے اور تمام ہنر اس کے ذرے ہیں۔"
(صحائف اشرفی، ص:14)

ولادت:

آپ سمنان یونان کی سرزمین پر 708ھ یا 712ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد حضرت سید شاہ ابراہیم سمنانی قدس سرہٗ اپنے عہد کے عظیم بادشاہ تھے۔ دینی اور روحانی امور میں بھی بلند مقام رکھتے تھے۔ حضرت سید اشرف سمنانی علیہ الرحمۃ دو بھائی ہیں، سید محمد اشرف سمنانی اور سید محمد اعرف سمنائی۔ اس وقت ہمارا موضوع حضرت سید محمد اشرف کی تصانیف، تراجم، تالیفات وتحقیقات اور ملفوظات وارشادات ہیں:

تعلیم وتربیت:

جب آپ چار برس، چار ماہ اور چار دن کے ہوئے تو حضرت علامہ شیخ عمام الدین تبریزی نے بسم اللہ خوانی کے فرائض انجام دیے۔ آپ نے ایک برس کی قلیل مدت میں قراءت سبعہ کے ساتھ قرآن عظیم حفظ فرمالیا۔ آپ کے استاد محترم کا اسم گرامی استاذ القراء حضرت علی بن حمزہ الکسائی علیہ الرحمۃ ہے، انھیں سے آپ کو قراءت سبعہ کی سند بھی حاصل ہوئی۔ سادات نوربخشیہ میں پانچ پشتوں سے حفظ قرآن کی روایت چلی آرہی تھی، حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی کو ستر حفاظ قرآن کی ہم نشینی کا شرف حاصل ہوا۔ سات برس کی عمر میں اصطلاحات علوم عربیہ اور مقامات مفہوم عجیبہ میں ایسی قدرت حاصل کی کہ دور دور تک مشہور ہوگئے۔

حضرت شیخ المشائخ سید شاہ محمد علی حسین اشرفی جیلانی قدس سرہ العزیز لکھتے ہیں:۔

"خاتمہ کتاب "مکتوبات اشرفی" میں حضرت نور العین سے منقول ہے کہ حضرت محبوب یزدانی نے فرمایا کہ "اس فقیر کو سند علم قرآن کی معنًا پانچ پشتوں تک اپنے آبا و اجداد سے علی الاتصال پہنچی ہے جس کی سند علی بن حمزہ الکسائی سے اوپر منسوب ہے۔ میرا عمل قراءت عاصم اور نافع پر ہے۔" اور یہ بھی فرماتے تھے کہ میرے زمانۂ سلطنت میں میرے خاندان سادات نور بخشیہ سے ستر حافظ قرآن اور قاری فرقان ایک زمانے میں موجود تھے۔"

اس بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت شیخ المشائخ فرماتے ہیں:

"سبحان اللہ کیا شان ہے حضرت محبوب یزدانی کی پانچ پشتوں میں سلطان ابن سلطان اور سید ابن سید اور ولی ابن ولی اور حافظ ابن حافظ اور قاری ابن قاری اور عالم ابن عالم برابر نسلاً بعد نسلٍ حضرت تک ہوتے چلے آئے ہیں۔ یہ فضیلت خاص حضرت ہی کے خاندان عالی کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے عطا فرمائی تھی۔ ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم."

(صحائف اشرفی، ص:118،119، ناشر: ادارہ فیضان اشرف، سنی دار العلوم محمدیہ ممبئی)

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

شیخ المشائخ، مجدد سلسلۂ اشرفیہ حضرت سید شاہ محمد علی حسین اشرفی جیلانی قدس سرہ العزیز اپنی مشہور کتاب ”صحائف اشرفی“ میں تحریر فرماتے ہیں:

”جب سن شریف سات سال کو پہنچا، نکات علمی اس خوبی کے ساتھ بیان فرماتے تھے کہ بڑے بڑے علما سن کر عش عش کر جاتے تھے۔ بارہ برس کی عمر میں علوم معانی و بلاغت و معقول و منقول، تفسیر وفقہ وحدیث واصول جملہ علوم سے فارغ ہوئے، دستار فضیلت سر اقدس پر باندھی گئی۔ فن حدیث میں حضرت محبوب یزدانی نے حضرت امام عبد اللہ یافعی سے مکہ معظمہ میں سند حدیث حاصل کی اور مقام اسکندریہ میں حضرت نجم الدین کبریٰ کے صاحب زادے سے سند حدیث حضرت کو ملی اور حضرت بابا مفرح سے بھی سند حدیث حاصل کی جن کو بابا فرح محدث سے سند حدیث ملی تھی اور حضرت مولانا احمد حقانی سے بھی حضرت کو سند حدیث حاصل ہوئی۔ اسی طرح ہر علوم فقہ و تفسیر اور معقول وغیرہ میں بڑے بڑے علمائے جلیل القدر سے تعلیم پائی۔“(صحائف اشرفی،ص:114)

دیگر قلم کاروں نے فراغت کی سن چودہ برس تحریر فرمائی ہے۔ یہ روایتوں کا فرق بھی ہوسکتا ہے۔

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ تصوف و روحانیت، کشف و کرامت اور علوم و فنون میں یکتائے روزگار تھے، آپ کثیر زبانوں میں بھی لکھنے اور بولنے کی صلاحیت رکھتے تھے، آپ نے دنیا کی سیر فرمائی، آپ نے زمینی طور پر بیش تر مسلم علاقوں اور کثیر مسلم ممالک کی زیارتیں فرمائیں۔ آپ جس علاقے یا جس ملک میں تشریف لے جاتے رشد و ہدایت اور دعوت و تبلیغ کے فرائض انجام دیتے۔ اگر ضرورت محسوس فرماتے تو اسی علاقے کی زبان میں کوئی کتاب لکھ کر عطا فرما دیتے۔ اس طرح آپ نے کثیر کتابیں تحریر فرمائیں۔ اس دور میں کتابیں محفوظ رکھنے کے یہ جدید طریقے بھی نہیں تھے، اسی لیے کتنی کتابیں دیگر حضرات کے نام سے بھی منسوب ہوئیں، خاص بات یہ ہے کہ وہ غوث العالم اخلاص وللّٰہیت کے پیکر تھے، تواضع و انکساری ان کا اوڑھنا بچھونا تھا، نام و نمود اور شہرت و نام وری سے سخت اجتناب فرماتے تھے، ان کا اصل مقصد رشد و ہدایت اور خدمت خلق ہوتا تھا بفضلہٖ تعالیٰ وہ اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہوئے۔

شیخ المشائخ حضرت سید شاہ محمد علی حسین اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ ”لطائف اشرفی“ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”حضرت مولانا ابوالفضائل نظام الدین یمنی خلیفہ حضرت کے جامع ملفوظات حضرت محبوب یزدانی فرماتے ہیں کہ حضرت محبوب یزدانی کا علم عجیب خداداد علم تھا کہ روئے زمین میں جہاں تشریف لے گئے وہیں کی زبان میں وعظ فرماتے اور اس کی زبان میں کتاب تصنیف کر کے وہاں کے لوگوں کے لیے چھوڑ آتے۔ بہت سی کتابیں آپ کی عربی، فارسی، اور سوری اور عربی اور زنگی اور ترکی مختلف ملک کی زبانوں میں جو تصنیف فرمائیں جن کی فہرست اگر لکھی جائے تو ایک طومار ہو جائے گی۔“

(صحائف اشرفی،ص:185)

حضرت شیخ ابوالفضائل نظام الدین یمنی قدس سرہٗ کے اس ارشاد کی روشنی میں یہ واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ اپنے عہد کے عظیم روحانی تاجدار تھے اور متعدّد زبانوں پر عبور بھی رکھتے تھے، جن ملکوں یا علاقوں میں تشریف لے جاتے انھیں کی زبان میں رشد و ہدایت فرماتے اور وقت ضرورت انھیں کی زبان میں اور انھیں کے فکر و عمل کے پیش نظر کوئی رسالہ لکھ کر انھیں عطا فرما دیتے۔ اس طرح آپ کی کتابوں کا صحیح اندازہ لگانا عہد حاضر میں ہم جیسوں کے لیے بعید اور ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کے یہ محیر العقول کارنامے کوئی ضروری نہیں کہ عام لوگوں کے ذہن و فکر میں آئیں، انھیں محیر العقول کارناموں کو کرامات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اب ہم ذیل میں چند کتابوں پر اپنی معلومات اور مطالعے کی

روشنی میں کچھ تحریر کرنے کا شرف حاصل کرتے ہیں۔

اشرف البیان ترجمہ قرآن عظیم:

از : غوث العالم محبوب سبحانی حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ العزیز۔

اس ترجمۂ قرآن کا عظیم الشان سرورق:

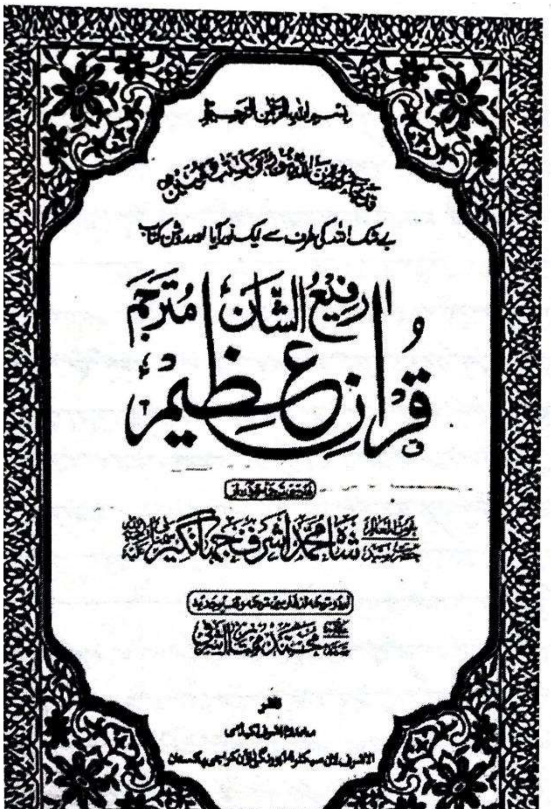

شیخ اعظم، نور نگاہ حضرت سرکار کلاں حضرت علامہ سید شاہ اظہار اشرف اشرفی جیلانی نور اللہ مرقدہ سجادہ نشیں آستانہ اشرفیہ حسینیہ کچھوچھہ مقدسہ نے اپنے مرید صادق حضرت علامہ مفتی سید محمد ممتاز اشرفی صدر المدرسین وشیخ الحدیث دار العلوم اشرفیہ رضویہ اورنگی ٹاؤن کراچی کو اس کا مخطوطہ عطا فرمایا، مقصد تھا کہ اس کی اشاعت ہو، مگر اس کے ساتھ اس کا اردو ترجمہ بھی ہو جائے۔ حضرت مفتی محمد ممتاز اشرفی دام ظلہ العالی عظیم مدرس اور زبردست قلم کار ہیں، انھوں نے اپنے مرشد گرامی کے حکم پر عمل کرنے کا ارادہ فرمالیا۔ آغاز میں الجھنیں محسوس ہوئیں مگر جب کام شروع فرمایا تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا اور اس کے حبیب ﷺ کا فیضان ہوا اور بہت جلد یہ کام مکمل ہو گیا۔ یہ ایک سچائی ہے کہ اصل نسخہ اگرچہ حضور مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کے قلم سے تحریر کردہ ہے مگر چند مقامات پر عبارت سمجھنے میں الجھن ہوئی، اسے اپنی اصلی حالت پر رکھا گیا ہے۔

یہ ترجمہ فارسی 727ھ کا تحریر کردہ ہے، اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ یہ فارسی زبان میں خطِ نستعلیق میں سب سے پہلا ترجمہ ہے۔ حضرت سید محمد ممتاز اشرفی دام ظلہ العالی نے ترجمہ بھی اردو میں بڑے سلیقے سے فرمایا، بلکہ سچی بات یہ ہے کہ حضور مخدوم اشرف جیلانی کے وقیع فارسی ترجمے کی روح کشید کرلی ہے آپ نے اپنے شیخ اور دیگر بزرگوں کے مشورے کے بعد، اس ترجمۂ فارسی کا نام "اشرف البیان" تجویز فرمایا ہے۔ اس کے ساتھ آپ نے حاشیے میں مختصر تفسیر مکمل اور مستند حوالوں کے ساتھ تحریر فرمائی ہے اور بقول مصنف اس تفسیر کا نام اپنے مرشد گرامی کے نام کی مناسبت سے "اظہار العرفان" رکھا ہے۔ ترجمہ کے آغاز میں حضرت شیخ اعظم حضرت علامہ سید اظہار اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہ العزیز نے دو صفحات رقم فرمائے ہیں، اس کے چند اقتباسات ذیل میں ملاحظہ فرمائیے، آپ تحریر فرماتے ہیں:

> "فارسی زبان اپنی چاشنی اور شیریں بیانی کے باوجود لوگوں کے درمیان غیر مانوس الاستعمال ہوتی جاری ہے۔ فارسی زبان سے لوگوں کی عدم دلچسپی کا حال یہ ہے کہ مدارس اسلامیہ کے فارغین بھی اس کے چند الفاظ اور جملوں ہی سے آگاہ ہوپاتے ہیں۔ لہٰذا مخدوم اشرف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس فارسی ترجمہ سے استفادہ کو عام بنانے کے لیے اردو ترجمہ کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس عظیم کام کے لیے ایسے عالم دین کی تلاش تھی جو فارسی، عربی اور اردو تینوں زبان کا ماہر ہو۔ میری نظر انتخاب عزیز القدر مولانا سید ممتاز اشرفی سلمہٗ پر پڑی اور میں نے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ انھوں نے میری اس خواہش کو بسرو

چشم قبول کیا اور ترجمہ کا کام شروع کر دیا۔ جب مختصر عرصہ کے بعد انھوں نے مکمل ترجمہ میرے سامنے پیش کیا تو میری حیرت اور خوشی کی انتہا نہ رہی اور بے ساختہ میری زبان سے دعائیہ کلمات نکلے۔" (ص:2)

حضرت شیخ اعظم مزید تحریر فرماتے ہیں:

قدوۃ الکبریٰ، غوث العالم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تحریر کردہ فارسی ترجمہ کا یہ نسخہ مدینہ منورہ میں حرم شریف کے قریب کسی مکان میں موجود تھا۔ جب حرم شریف کی توسیع ہوئی تو یہ قرآن شریف مع فارسی ترجمہ جناب محمد علی صاحب مہاجر مدنی کو ملا اور ان سے ڈاکٹر سید مظاہر اشرف اشرفی جیلانی کو ملا۔ اس نسخہ میں فارسی عبارت بعض جگہ چھوٹ گئی ہے اور کہیں کہیں الفاظ کے رسم الخط اور نقطہ میں تبدیلی واقع ہوگئی ہے۔ قیاس اور قرینہ کا سہارا لے کر چھوٹے ہوئے الفاظ کا اضافہ اور رسم الخط و نقطے کی تبدیلی کی جاسکتی تھی لیکن قیاس و قرینہ سے اس قسم کا اضافہ اور تبدیلی ایک قسم کی تحریف ہی ہوگی اور مخدوم اشرف کا فارسی ترجمہ اہل نظر اور قارئین کے سامنے بعینہ پیش نہیں ہو سکے گا۔ لہٰذا قدوۃ الکبریٰ، غوث العالم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تحریر کردہ فارسی ترجمہ کو بعینہ عوام کے سامنے پیش کرنے کی غرض سے اس نسخے کو بغیر ترمیم اور اضافہ کے کمپوز کرایا گیا ہے۔ اگر قارئین کو کسی جگہ کوئی لفظ چھوٹا ہوا یا الفاظ اور رسم الخط اور نقطہ کے اعتبار سے بدلا ہوا نظر آئے تو اسے ناقل کی غلطی پر محمول کر سکتے ہیں۔ اردو ترجمہ سے فارسی کی چھوٹی ہوئی عبارت اور رسم الخط، نقطہ کے اعتبار سے بدلے ہوئے الفاظ کی نشان دہی ہوجاتی ہے۔ لہٰذا فارسی ترجمہ کے اس نسخہ کو بعینہ شائع کرنے سے قرآن کریم کے ترجمہ کی تحریف لازم نہیں آتی ہے۔ قرآن کریم سے ہر مسلمان کا کسی نہ کسی زاویے سے لگاؤ ہوتا ہے۔ اس لگاؤ کو مزید بڑھانے اور مخدومی ترجمہ کے بعض مقامات کی وضاحت کی غرض سے جو تفسیر لکھی گئی ہے وہ بھی اپنی جامعیت کے اعتبار سے قابل تحسین ہے۔ کیوں کہ یہ تفسیر مستند کتب تفاسیر، کتب احادیث اور دیگر قابل اعتبار کتابوں کا ایک بہترین خلاصہ ہے۔ یہ تفسیر اہل علم اور عوام ہر دو کے لیے مفید ثابت ہوگی۔ اردو میں لکھی گئی تفسیروں میں یہ ایک منفرد اور جامع تفسیر ثابت ہوگی اور ان شاء اللہ خواص و عوام میں مقبولیت حاصل کرے گی۔ (ص:3)

حضرت شیخ اعظم مفتی محمد ممتاز اشرفی صدر المدرسین و شیخ الحدیث دار العلوم اشرفیہ رضویہ کراچی کے بارے میں مزید اظہار مسرت فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"مولانا سید محمد ممتاز اشرفی پاکستان کے ایک ذی استعداد باعمل عالم دین ہیں۔ دارالعلوم اشرفیہ رضویہ، اورنگی ٹاؤن کراچی میں درس و تدریس کا کام انجام دے رہے ہیں۔ تدریس کے ساتھ تصنیف و تالیف بھی ان کا مشغلہ ہے۔ ان کی متعدّد کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔ جن میں درسی کتابوں کی شروحات بھی شامل ہیں۔ میں دعا گو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل ان کے علم و عمر میں برکتیں عطا فرمائے، ان کی دینی علمی کوشش کو شرف قبولیت بخشے اور مزید

دینی وعلمی کام کو انجام دینے کی توفیق بخشے۔
آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم.

اس کے بعد اردو مترجم حضرت علامہ مفتی محمد ممتاز اشرفی دامت برکاتہم العالیہ نے گراں قدر مقدمہ تحریر فرمایا ہے، متعدّد زبانوں میں دستیاب تراجم کی اجمالی فہرست رقم فرمائی ہے۔ اس کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ (م:1176ھ) کے فارسی ترجمہ کے ساتھ "اشرف البیان" کے ترجمے کی چند مثالیں پیش فرمائی ہیں۔ بقول ان کے اس کا مقصد کسی کی شان گھٹانا بڑھانا نہیں ہے، بلکہ وہ مسلسل فرماتے رہے ہیں کہ یہ زمانے کے فرق کی وجہ سے ایسا ہوا ہے مگر خاص طور پر اس بات پر زور دینے کا مقصد ہمارے قارئین بخوبی سمجھ سکتے ہیں جس پر ہم روشنی ڈالنا بھی غیر مناسب تصور کرتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت سید محمد ممتاز اشرفی نے چند مقامات سے "لطائف اشرفی" سے قرآنی آیات کے ترجمے نقل فرمائے ہیں، اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ یہ ترجمہ واقعی حضرت مخدوم سید اشرف سمنانی قدس سرہ کا ہے۔ مزید تحریر فرماتے ہیں کہ اگر قارئین ومحققین چاہیں تو اس رخ پر مزید مثالیں بھی دیکھ سکتے ہیں، یہ ایک رائے ہے ہم سب اس کی قدر کرتے ہیں۔

اس کے بعد آپ نے پانچ خصوصیات کا ذکر خیر فرمایا ہے، ہم ان آیات کے تراجم اور ان کی خصوصیات کو عجلت کی وجہ سے ترک کرتے ہیں، حالاں کہ یہ خصوصیات بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ جو چاہے اشرف البیان پر اظہار العرفان اور اس کے مقدمہ کا مطالعہ کر سکتا ہے۔ ممتاز ملت حضرت مفتی سید ممتاز اشرفی مقدمے کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں:

تحدیث نعمت

"الحمد للہ علی احسانہ! حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فارسی ترجمۂ قرآن کا اردو ترجمہ خوش اسلوبی کے ساتھ مکمل ہوا۔ اس کام کی تکمیل میں جہاں محنت شاقہ کارفرما ہے وہاں اس سے بھی انکار نہیں ہے کہ مرشد گرامی قبلہ سیدی وسندی حضرت شیخ اعظم سید شاہ محمد اظہار اشرف الاشرفی الجیلانی دامت برکاتہم العالیہ کی دعا لمحہ بہ لمحہ شامل حال رہی۔ جس کے نتیجے میں اتنا بڑا اور اتنا مشکل کام آسان ہوا۔ یہاں یہ بات بھی واضح کرتا چلوں کہ حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ کا صرف فارسی ترجمۂ قرآن ہے، اطراف میں "اظہار العرفان" کے نام سے جو تفسیر آپ ملاحظہ فرمائیں گے وہ تفسیر میں نے ترجمہ قرآن پڑھنے والوں کی سمجھ کے لیے اضافہ کیا ہے۔ یہ تفسیر جن کتب تفاسیر یا دیگر کتب سے لکھی گئی ہے اس کا حوالہ آپ ہر آیت کی تفسیر کے اختتام پر ملاحظہ فرمائیں گے۔ تفسیر کے درمیان اس برائیکٹ [--] میں آپ کو جو عبارت ملے گی وہ پیش کردہ تفسیر کی کتاب کی عبارت نہیں ہے بلکہ وہ عبارت میری اپنی ہے۔ میں نے مسئلہ کو مزید سہل انداز میں سمجھانے کی غرض سے اس کا اضافہ کیا ہے۔ تفسیر کا نام "اظہار العرفان" میں نے اپنے پیرومرشد حضرت سید شاہ اظہار اشرف اشرفی دامت برکاتہم العالیہ کی نسبت سے رکھا ہے جب کہ اردو ترجمہ قرآن کا نام "اشرف البیان" حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمۃ کی نسبت سے رکھا ہے۔

ترجمہ کرتے وقت اس امر کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ کے فارسی ترجمہ ہی سے اردو ترجمہ کیا جائے اور ہوا بھی ایسا ہی۔ تاہم بعض مقامات پر اردو ترجمہ کو رواں کرنے کی غرض سے لفظ کا لازم معنی سے بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ بعض مقامات پر کچھ لفظ کا اضافہ بھی تفہیم معنی کی

غرض سے کیا گیا ہے لیکن اضافے کو اس بریکیٹ (...) میں رکھا گیا ہے تاکہ تمیز کرنے میں سہولت ہو۔ حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمہ نے فارسی ترجمہ 727ھ میں کیا تھا، یہ سن فارسی ترجمۂ قرآن کے شروع میں اس طرح لکھا ہوا ہے:

نوشتہاں صحیفہ بر حق القران العظیم

بدست ظل ہمایوں سلطان سمنان 727ھ

فارسی ترجمہ قرآن اب تک ایک مرتبہ بھی کہیں سے نہیں چھپا ہے بلکہ قلمی نسخہ ہی ہے۔ اس قلمی نسخہ سے اردو ترجمہ کیا گیا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ایک قلمی نسخہ پاکستان میں ہے اور ایک انڈیا میں بھی ہے۔ اس لیے کتابت کی خطا (جس سے بچنا بہت مشکل ہے) کی وجہ سے کہیں کہیں عبارت میں کچھ فرق بھی محسوس ہو سکتا ہے، لہٰذا اس فرق کو نزاع نہ بنانا ہی عقل مندی ہے۔

طالب دعا

سید شاہ ممتاز اشرفی

رسولِ کریم کے لیے لفظ "ذنب" کی احتیاط:

اب ہم ذیل میں "اشرف البیان" ترجمہ حضرت مخدوم سید اشرف سمنانی کی صرف ایک مثال نقل کرتے ہیں، اسی کے ساتھ اردو ترجمہ اور تفسیر "اظہار العرفان" بھی نقل کرتے ہیں، اس سے آپ "اشرف البیان میں مقام مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معصومیت اور قرآن عظیم کے متشابہ لفظ کی رعایت بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ نے بھی کنزالایمان میں اس کا ترجمہ فرمایا ہے مگر وہاں ایک لفظ "امۃ" کو مقدر مانا ہے مگر بے پناہ مبارک باد کے مستحق ہیں حضرت مخدوم سید اشرف سمنانی کہ آپ نے لفظ "ذنب" کا ترجمہ ہی نہیں کیا بلکہ دیگر دو مقامات پر بھی اس کا ترجمہ کیے بغیر لفظ "ذنب" کو ہی نقل فرما دیا ہے:

" اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا ۙ‏ ۝١ لِّيَغۡفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعۡمَتَهٗ عَلَيۡكَ وَيَهۡدِيَكَ صِرَاطًا مُّسۡتَقِيۡمًا ۙ‏ ۝٢ " (سورہ، فتح، آیت: 2،1)

فارسی ترجمہ: ہر آئنہ ما حکم کردیم را فتحی تا بیامرزد ترا خدای آنچہ گذشت از ذنب تو آنچہ ماندہ است و تمام کند نعمت خود بر تو راہ نماید تا راہ راست و راہی کند۔

اردو ترجمہ: بیشک ہم نے تمھارے لیے فتح مبین کا فیصلہ [1] تاکہ اللہ بخش دے تمھیں جو گذر چکا تمھارا ذنب اور جو باقی ہے اور تم پر اپنی نعمت تمام کرے اور تمھیں سیدھی راہ دکھائے۔ [2]

تفسیر (1): حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ فتح مبین کی بشارت تو ہمیں حدیبیہ کے روز ہی مل گئی تھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب صحابہ کے درمیان اس آیت کی تلاوت فرمائی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض گزار ہوئے ، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا وہ یعنی صلح حدیبیہ فتح ہے ؟ آپ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے بیشک وہ ضرور فتح ہے۔ (القرطبی)

(2)- [جاننا چاہیے کہ پورے قرآن میں تین ایسی آیتیں ہیں جن میں ذنب کی اضافت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کی گئی ہے۔ ایک سورۃ المؤمن آیت 55 ، دوم سورہ محمد آیت 19، سوم سورۃ الفتح آیت 2۔ ان تینوں آیتوں میں حضرت مخدوم پاک کا علیہ الرحمہ نے لفظ ذنب کا ترجمہ نہیں کیا جب کہ ان تینوں کے علاوہ قرآن کریم میں جہاں بھی ذنب کا لفظ آیا ہے وہاں اس کا ترجمہ گناہ یا سیاق و سباق کی مناسبت سے کیا ہے۔ متذکرہ تینوں آیتوں

میں ذنب کا ترجمہ کرنے سے بندۂ ناچیز نے جو کچھ سمجھا ہے وہ سپرد قلم ہے۔ انبیاے کرام علیہم السلام چوں کہ معصوم ہوتے ہیں اس لیے ان ذوات مقدسہ کی جانب گناہ کی اضافت نہیں کی جاسکتی ہے۔ بایں سبب قرآن کریم میں یا احادیث کریمہ میں جہاں کہیں ایسا جملہ آیا ہو، جس میں ذنب کی اضافت ان کی جانب کی گئی ہو تو مفسرین کرام اور شارحین حدیث نے اس کی مختلف تاویلیں پیش کی ہیں مثلاً آپ اسی آیت کے مختلف تراجم اور تفاسیر کو دیکھیے تو ہر ایک مترجم و مفسر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معصوم ہونے کی بنا پر ”من ذنبك “کی مختلف تاویلات اور ترجمے پیش کرتے ہیں جن کے پیش نظر صرف اور صرف یہ نقطۂ نظر ہے کہ کوئی ایسا ترجمہ یا تاویل نہ ہو جائے جو دربار رسالت مآب کی شایان شان نہ ہو اور جس کے پیش نظر ایمان و عمل کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ پیدا ہو جائے چناں چہ اسی نظریے کے تحت چودھویں صدی ہجری کے مجدد مولانا شاہ احمد رضاخان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ترجمہ کرتے وقت ایک لفظ ”مقدر“ نکالا تاکہ شان معصومیت کا دفاع ہو جائے۔ آپ نے ” من ذنبک “کا ترجمہ ”و من ذنب امتك “کے مطابق کیا۔ آپ کا ترجمہ یہ ہے:”تاکہ تمھارے سبب سے گناہ بخشے تمھارے اگلوں کے اور تمھارے پچھلوں کے۔“آپ کے اس ترجمہ پر کوئی اعتراض نہیں ہے بلکہ آپ کے لیے آفرین ہے کہ تفاسیر اور شروحات میں بکھرے ہوئے نظریات کو کوزے میں بند کر دیا۔

حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ نے بھی اسی شان معصومیت کا دفاع کرتے ہوئے ترجمہ کیا”تمھارا ذنب“۔ یہاں اور دیگر دو آیتوں میں بھی لفظ”ذنب“کا ترجمہ نہ کرنا اس جانب اشارہ ہے کہ ان تینوں آیتوں میں لفظ ”ذنب“قرآنی متشابہات میں سے ہے۔ جس کا ترجمہ تو معلوم ہے لیکن یہاں ذنب سے کیا مراد ہے وہ غیر معلوم ہے جیسے اللہ تعالی کے بارے میں ارشاد ہے : ” اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ “(سورہ یونس، آیت:3) اس آیت میں لفظ اسْتَوٰی جو اللہ تعالیٰ کے لیے آیا۔ اس کا معنیٰ تو معلوم ہے لیکن یہاں اسْتَوٰی سے کیا مراد ہے وہ غیر معلوم ہے کیوں کہ اسْتَوٰی کا جو معنیٰ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ہے، اسی بنا پر مولانا شاہ احمد رضاخان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لفظ اسْتَوٰی کا ترجمہ کے بغیر اللہ تعالیٰ کی طرف فعل کی اضافت کردی۔ آپ کا ترجمہ یہ ہے:”پھر عرش پر استویٰ فرمایا“اس لیے کہ اس کو متشابہ مان لیا گیا، تاکہ شان الوہیت کے خلاف نہ ہو جائے۔ اسی طرح حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ نے ”من ذنبك “میں لفظ ذنب کو متشابہ مان کر اس کا ترجمہ نہیں کیا اور اس کے معنی و مفہوم کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا تاکہ کوئی ایسا نظریہ صادر نہ ہو جائے جو شان رسالت کے خلاف ہو۔ علماے مفسرین کے نزدیک وہ طریقہ اسلم ہے جسے حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ نے اپنایا ہے۔ خلاصۂ کلام یہ نکلا کہ آپ کے ترجمہ پر کوئی اعتراض نہیں ہے کیوں کہ آپ نے لفظ ذنب کا ترجمہ کیے بغیر اس کی اضافت نبی کریم کی طرف کی ہے جو کہ قرآن کریم کا اصل ترجمہ ہے۔“

(جاری)

انوارِ حیات

حافظ محمد عمؔر اشرفی مبارک پوری

داستانِ حیات کے چند عشق انگیز پہلو

مہتاب پیامی

حافظ محمد عمؔر اشرفی مبارک پوری ان باقیات الصالحین میں تھے جن کا وجود مسعود نسلِ نو کے لیے سامانِ ہدایت ہوا کرتا ہے۔ وہ ہمارے درمیان تھے تو ان کے ہونے کا احساس ہی نہ ہوتا تھا، دنیا سے کیا گئے کہ ہزاروں دلوں میں احساسات کی ایک نئی دنیا آباد کر گئے۔ لگا کہ ان کی حیات کائنات تھی، اور حیات کے ساتھ ہی کائنات رخصت ہو گئی۔ آپ اپنے رہن سہن میں پاکیزہ صفت اسلاف کا آئینہ تھے، آپ واقعی کردار کے غازی تھے، اپنے طرزِ عمل اور گفتار سے آپ نے لاتعداد دلوں کی سلطنتیں فتح کیں، بے شمار زندگیوں کو راہِ راست پر گام زن کیا اور بہت سے دلوں میں عشقِ رسول ﷺ کی بے پناہ کسک عطا فرمائی۔

ہمارے ان کے تعلق کی عمر کم و بیش پچیس برس تو ضرور ہے، ہم اپنی زندگی میں جن لوگوں سے متاثر ہوئے ان میں ایک ذات والا صفات حافظ محمد عمؔر اشرفی مبارک پوری کی بھی ہے۔ بالواسطہ تو نہیں البتہ بلا واسطہ ان سے ہم نے بہت کچھ استفادہ کیا۔ ان کا سانحۂ ارتحال بے شک صرف ہمارے لیے ہی نہیں نہ جانے کتنے عاشقانِ نعت کے لیے غم کا وہ کوہِ گراں ہے جس کے اٹھانے کی طاقت نہیں مگر اٹھائے ہوئے ہیں۔

حافظ محمد عمر نے زندگی کی 85 بہاریں دیکھیں اس کے بعد عازمِ راہِ جنت ہوئے، ان کی زندگی کی مسافت کے تمام احوال رقم کرنا کارِ دشوار ہے، تلاشِ بسیار کے بعد جو کچھ معلوم ہو سکا ہم اسے بالترتیب قارئین کے حوالے کرتے ہیں۔

مختصر خاندانی احوال: مبارک پور ایک قدیم قصبہ ہے، اس کی آبادی ایک محتاط اندازے کے مطابق کم و بیش 600 برس قدیم ہے، بعض کتابوں میں تو اسے اور بھی قدیم شمار کیا گیا ہے۔ مبارک پور قصبہ کا ہی ایک محلہ نیا پورہ ہے، جس کے بارے میں یہ کہا اور سنا جاتا رہا ہے کہ اس محلہ کا نام اگرچہ نیا پورہ ہے مگر اس کی قدامت بھی چار سو سال کو محیط ہے، صرف اس محلہ کے نام ”نیا پورہ“ سے مبارک پور کی اور بھی زیادہ قدیم آبادی ”پرانی بستی“ اور پھر مبارک پور کی قدامت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

حافظ محمد عمر اشرفی مبارک پوری محلہ نیا پورہ کے ہی باشندے تھے، ان کے خاندانی احوال کی تلاش و جستجو کے درمیان یہ علم ہوا کہ ان کے آبا و اجداد نے ہی اس محلہ کو آباد کیا تھا۔ محلہ نیا پورہ کا اولین گھر حافظ محمد عمر اشرفی کے ہی کسی بزرگ کا تھا جو گھوسی ضلع اعظم گڑھ (حالیہ ضلع مئو) سے ہجرت کر کے یہاں آباد ہو گئے تھے۔ ان کا نام اور ان کے بعد کے بزرگوں کے بارے میں کوئی تحریری دستاویز یا یادداشت حاصل نہیں ہو سکی یہی وجہ ہے کہ ہم بہت تفصیل سے ان کے بارے میں کچھ نوٹ نہیں کر سکے۔ البتہ یہ ضرور معلوم ہوا کہ آپ کے دادا جان مرحوم ”ولی اللہ“ اور مرحومہ دادی جان ”بی بی زینب“ تھیں۔ یہ لوگ نہایت متقی اور پرہیزگار تھے، اور دین داری کا مزاج انھیں ورثے میں ملا تھا۔

ولی اللہ مرحوم کے تین صاحب زادگان تھے، جن میں حافظ محمد عمر اشرفی کے والد گرامی ”محمد یوسف“ سب سے بڑے تھے۔ محمد یوسف کی اہلیہ یعنی حافظ محمد عمر کی والدہ محترمہ بی بی رحمت تھیں۔ ابھی حافظ عمؔر صاحب عہدِ طفولیت ہی میں تھے اور شعور کی منزل پر ابھی قدم نہ رکھا تھا کہ قضائے الٰہی سے والدِ محترم محمد یوسف کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔

آپ کی والدہ بی بی رحمت انتہائی صابرہ و شاکرہ خاتون تھیں۔ آپ نے شوہر کے انتقال کے بعد انتہائی صبر و شکر اور محنت و مشقت

سے بچوں کی پرورش کی اور ہزار مصروفیات کے باوجود کبھی فرائض و واجبات اور سنن و نوافل سے غافل نہیں ہوئی۔ دینی کتب کا خوب مطالعہ کرتی تھیں، جو کچھ پڑھتیں اس پر خود بھی عمل کرتیں اور اپنے بچوں کو بھی اس کی تلقین فرماتی تھیں۔ 3 ذی الحجہ 1416ھ/22 اپریل 1996ء کو ان کا انتقال ہوا۔

حافظ محمد عمر اشرفی اپنے والدین کی تین اولادوں میں سب سے بڑے تھے۔ آپ کے دوسرے بھائی محمد حسین تھے جن کا 40 برس کی عمر میں 1990ء میں انتقال ہو گیا، جب کہ تیسرے بھائی محمد حنیف کا انتقال عین عالم شباب میں 17 یا 18 سال کی عمر میں ہوا۔

ولادت اور تعلیم و تربیت: آپ کی ولادت 1936ء میں محلہ نیا پورہ میں ہوئی جب کہ دستاویزات میں آپ کی تاریخ ولادت 1944ء درج ہے۔ بچپن میں ہی آپ کے والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا مگر والدہ کی مشقتوں اور جاں فشانیوں نے آپ کو کسی قسم کے احساسِ محرومی کا شکار نہیں ہونے دیا۔ والدہ محترمہ نے آپ کی پرورش میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور اپنی حیثیت سے بالاتر ہو کر آپ کو ہر طرح کی سہولیات فراہم کرنے کی کوشش کی۔ آپ نے اپنی والدہ سے ہی ناظرہ قرآن مجید کی تعلیم حاصل کیا، پھر جب آپ کی عمر مدرسہ جانے کی ہوئی تو آپ کا داخلہ دار العلوم اہل سنت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم میں کرا دیا گیا۔ یہاں آپ نے مسلسل پانچ برس انتہائی محنت اور لگن سے تعلیم حاصل کی۔ آپ کے پرائمری درجات کے اساتذہ میں منشی ممتاز حسین املوی کا اسم گرامی سرِ فہرست ہے۔

پرائمری تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ حفظِ قرآن مجید کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس وقت اس میدان کے ماہر اساتذہ میں حافظ مشتاق احمد علیہ الرحمۃ کافی شہرہ رکھتے تھے، چناں چہ حافظ محمد عمر اشرفی علیہ الرحمۃ آپ کے سلسلۂ تلمذ سے وابستہ ہو گئے اور حافظ مشتاق احمد صاحب کے مکان پر جا کر ان سے حفظ قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنے لگے۔ فراغت کے بعد زندگی کے آخری ایام تک آپ نے ماہِ رمضان میں تراویحوں میں قرآن مجید سنایا، یہ بذاتِ خود ایک بڑی سعادت کی بات ہے۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

عقدِ نکاح اور اہل و عیال: 1953ء میں آپ کا عقد نکاح حاجی سراج الدین ساکن موضع سریاں (مبارک پور) کی صاحب زادی محترمہ طاہرہ خاتون سے ہوا۔ آپ نے نصف صدی پر محیط ایک طویل خوشگوار ازدواجی زندگی گزاری۔ 2004ء میں آپ کی شریک حیات اس دارِ فانی سے عالمِ بقا کی طرف کوچ کر گئیں۔

آپ کی کل اولادیں 8 ہیں جن میں 3 صاحب زادگان اور 5 صاحب زادیاں ہیں۔ آپ کے بڑے صاحب زادے خیر البشر 2009ء میں انتقال کر گئے جب کہ دو صاحب زادگان محمد نسیم اور حافظ محمد فضیل مصباحی بقیدِ حیات ہیں۔ محمد نسیم ہائی اسکول تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد آبائی پیشہ نور بافی سے وابستہ ہو گئے۔ تیسرے صاحب زادے حافظ محمد فضیل مصباحی نے جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں والدِ محترم کے زیرِ سایہ قرآن مجید حفظ فرمایا۔ جامعہ اشرفیہ میں عرسِ حافظِ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے حسین موقع پر 1998ء میں آپ کو دستارِ حفظ سے نوازا گیا۔ فی الحال یہ بھی آبائی پیشہ نور بافی سے منسلک ہیں۔

بڑی صاحب زادی آسیہ خاتون اور دیگر تمام صاحب زادیوں نے ابتدائی تعلیم حاصل کی البتہ ان کی والدہ مرحومہ نے انھیں امورِ خانہ داری کی عمدہ تعلیم سے آراستہ کیا۔ پانچوں صاحب زادیاں آسیہ خاتون، شکیلہ خاتون، سبیلہ خاتون، ام حبیبہ اور مشکورہ خاتون شادی شدہ ہیں اور اپنی اپنی زندگیوں میں خوش و خرم ہیں۔

درس و تدریس: کنگورہ مسجد واقع گولہ بازار نزد مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم، مبارک پور کی ایک مشہور و معروف مسجد ہے۔ ستمبر 1977ء/رمضان المبارک 1397ھ، میں اس مسجد میں شبینہ تراویح تھی، ماہرین حفاظ کرام کو تراویح سنانے کے لیے مدعو کیا گیا تھا، مدعوئین میں حافظ محمد عمر اشرفی بھی تھے۔ اُدھر دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم میں درجۂ حفظ و تدریس کے لیے ایک ماہر حافظ کی ضرورت تھی، اس وقت مدرسہ کے اہم ذمہ داروں میں حضرت علامہ مفتی محمد شفیع علیہ الرحمۃ، فخر القرا حضرت علامہ قاری محمد یحییٰ علیہ الرحمۃ اور بحر العلوم حضرت مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمۃ کا شمار ہوتا تھا۔ ان تینوں بزرگوں نے اتفاق رائے سے طے فرمایا کہ کنگورہ والی مسجد میں شبینہ تراویح ہونے والی ہے، وہیں چلا جائے اور جس حافظ کی تلاوت متاثر کن ہو، بحیثیت استاذ اس کا انتخاب کر لیا جائے۔

چناں چہ ایسا ہی ہوا، یہ تینوں بزرگ شبینہ تراویح میں تشریف لے گئے، وہاں جب حافظ محمد عمر اشرفی مصلے پر کھڑے ہوئے اور قرآن مجید سنانا شروع کیا تو یہ تینوں بزرگ حافظ صاحب کی قراءت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ فوراً ہی دار العلوم اشرفیہ میں تدریس حفظِ قرآن کے لیے آپ کا انتخاب فرمالیا۔ پہلے زبانی طور پر آپ کو اطلاع دی گئی، آپ کے راضی ہونے کے بعد باضابطہ تقرری نامہ جاری کیا گیا اور حافظ محمد عمر اشرفی 23 ستمبر 1977ء/9 شوال 1397ھ بروز سنیچر شعبۂ حفظ کے استاذ کے عظیم منصب پر فائز ہوئے۔ 29 برس تک خدمات انجام دینے اور لاتعداد سینوں کو دولتِ قرآن مجید سے مالامال کرنے کے بعد 2006ء میں آپ ریٹائر ہوئے۔

ریٹائرمنٹ کے بعد بھی آپ کا مشغلہ جاری رہا۔ مسجد ابو بکر واقع محلہ نیا پورہ میں آپ دو گھنٹے روزانہ حفظِ قرآن کا درس دیتے رہے، یہ سلسلہ 1442ھ/2021ء تک تادمِ مرگِ وصال جاری رہا۔

بیعت و ارادت: حافظ محمد عمر نے چشم و چراغِ خانوادۂ اشرف مظہرِ غوثِ سمناں، امام اہل سنت، آفتابِ اشرفیت، مخدوم المشائخ، سرکارِ کلاں الحاج الشاہ سید محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشین خانقاہ حسینیہ سرکارِ کلاں کچھوچھہ شریف کے دست حق پرست پر بیعت کی اور سلسلۂ اشرفیہ میں داخل ہو کر "حافظ محمد عمر اشرفی" کہلائے۔

میاں جی غلام حسین خاکی اشرفی مبارک پور میں سلسلۂ اشرفیہ کے مشہور و معروف صاحب تصرف بزرگ گزرے ہیں، حافظ محمد عمر اشرفی آپ سے گہری روحانی وابستگی اور دلی انسیت و محبت رکھتے تھے۔ ان بزرگوں کے فیضان نظر نے آپ کو جو روحانی بالیدگی عطا کی اور معرفت کی جن منزلوں سے آشنا کیا اس سے یا تو بذاتِ خود صرف آپ واقف تھے یا وہ چند گنے چنے لوگ جن کو آپ نے راز فاش نہ کرنے کے وعدے پر اپنا راز دار بنایا تھا۔ ان راز داروں میں ایک تو آپ کے فرزند ارجمند ہی ہیں جنوں نے ایامِ مرگِ وصال میں ایک روز آپ سے دریافت کیا کہ آپ کی اندرونی کیفیت کیا ہے؟ اگر کسی قسم کی تکلیف محسوس کر رہے ہوں تو ہمیں بتائیے۔ جواب میں حافظ محمد عمر اشرفی نے فرمایا کہ بیٹا: کچھ باتیں راز کی ہوتی ہیں، ان کو ظاہر نہیں کیا جا سکتا۔ بیٹے نے پھر عرض کیا: "ابا حضور ہم وعدہ کرتے ہیں کہ راز فاش نہیں کریں گے، براے مہربانی ہمیں اپنے دل کی بات سے آگاہ فرمائیے۔" جب بیٹوں کا اصرار حد سے تجاوز کر گیا تو محبتِ پدری کے سبب بیٹوں کو اس راز کا راز دار بنایا جو ہمارے لیے ہنوز سربستہ راز ہی ہے۔ بیٹوں نے چوں کہ اپنے والد سے راز داری کا وعدہ کیا تھا، اس لیے ہم نے اس راز کے بارے میں دریافت کرنے سے گریز کیا اور گفتگو کا رخ دوسری طرف موڑ دیا۔

آپ کے روحانی اوج و کمال کا تذکرہ آپ کے شاگرد رشید اور بھانجے، بلال مبارک پوری اکثر کرتے رہتے ہیں، چوں کہ وہ زیادہ قریب رہے لہٰذا بہت سی باتیں جو وہ جانتے ہیں وہ ہمیں یا دیگر لوگوں کو معلوم نہیں۔

کردار و اخلاق: حافظ محمد عمر اشرفی اپنے سینے میں ایک درد مند دل رکھتے تھے، سب سے مسکرا کر ملتے، کسی کی برائی نہیں کرتے، یہاں تک کہ سخت دشمنوں کے ساتھ عین سنتِ رسول اللہ ﷺ کے مطابق درگزر کا معاملہ اختیار فرماتے۔ کبھی کسی کی غیبت نہیں کرتے، اگر کسی کے متعلق کچھ کہنا ہوتا تو اس کے سامنے ہی کہتے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی تعویذات میں اثر آفرینیاں عطا فرمائی تھیں۔ صرف مرد حضرات کو ہی بالمشافہ ملاقات میں تعویذ دیا کرتے تھے اگر کوئی عورت کبھی آجاتی تو اسے آنے سے سختی منع کر دیا کرتے تھے اور یہ تاکید کرتے تھے کہ تعویذ کے لیے اپنے گھر کے کسے مرد یا بچے کو بھیجیں۔ بے پردگی کے سخت مخالف تھے۔ قرب و جوار کے ہندو افراد نہ جانے آپ کو کیا سمجھتے تھے کہ اپنی ہر چھوٹی بڑی پریشانی میں آپ کے در پر حاضری دیتے، تعویذ حاصل کرتے اور شفا پاتے۔

مبارک پور سرکاری ہاسپٹل کی ایک ڈاکٹر انم ہیں، جو سر کے درد سے کافی دنوں سے پریشان تھیں اور علاج پر لاکھوں روپے صرف کر چکی تھیں، ایک بار حافظ محمد عمر صاحب کے ایک معتقد سے کہنے لگیں کہ کہیں سے میرے لیے کوئی تعویذ بنوا دیجیے۔ ان کو بڑا تعجب ہوا اور انھوں نے اپنی حیرت کا برملا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ آپ ڈاکٹر ہو کر اس بات پر یقین رکھتی ہیں۔ انھوں نے کہا کہ اب تک میں نے سر کے درد کے لیے لاکھوں روپے صَرف کیے ہیں، مگر کوئی افاقہ نہیں ہوا، اب آخری راستہ یہی سمجھ میں آتا ہے۔ اس معتقد نے حافظ محمد عمر سے کہہ کر ایک تعویذ حاصل کیا اور ڈاکٹر کو پہنچا دیا۔ چند دنوں کے بعد جب اس ڈاکٹر سے دوبارہ ملاقات ہوئی تو معلوم ہوا کہ اس کا ہمیشہ

برقرار رہنے والا اسر کا درد کافور ہو چکا ہے۔

آپ ہلکے پھلکے الفاظ اور جملوں کے ذریعہ لوگوں کی اصلاح فرمادیا کرتے تھے۔ ایک بار صغیر احمد رونق نے راقم الحروف کو بتایا کہ جب میں نماز کا پابند نہیں تھا، اس وقت بھی حافظ محمد عمر صاحب سے تعلقات تھے اور اکثر و بیشتر ساتھ میں اٹھنا بیٹھنا رہتا تھا۔ ایک بار حافظ صاحب نے کہا: صغیر! ایک بات بتاؤ۔ صغیر صاحب نے کہا: جی حضرت!۔ حافظ صاحب نے ارشاد فرمایا: کیا نماز نہ پڑھنے سے کوئی نقصان ہے؟ پھر خود ہی فرمایا: اگر کوئی نقصان ہو تو مجھے بھی بتاؤ تاکہ میں بھی نماز ترک کر دوں۔ صغیر صاحب کہتے ہیں کہ حافظ صاحب کی یہ بات سن کر مجھ پر گھڑوں پانی پڑ گیا، اور اس دن سے آج تک میں نے کوئی نماز قصداً ترک نہیں کی۔

لوگوں کے آپسی جھگڑے سلجھانے میں حافظ محمد عمر اشرفی کو مہارتِ تامہ حاصل تھی۔ ایک بار کی بات ہے، کپورا دیوان شاہ کے باغ کی طرف سے حافظ صاحب کا گزر ہوا۔ دیکھا کہ دو افراد بری طرح جھگڑ رہے ہیں اور نوبت ہاتھا پائی تک پہنچ گئی ہے۔ آپ نے ان میں سے ایک شخص کو اپنے پاس بلایا۔ ان لڑنے والوں نے دیکھا کہ حافظ صاحب بلا رہے ہیں تو دونوں قریب آ گئے۔ حافظ صاحب کے دریافتِ حال پر ایک نے کہا کہ حافظ جی، میں یہ کہہ رہا ہوں اور یہ میری بات نہیں مان رہا ہے۔ دوسرے نے کہا کہ، حافظ جی یہ میری بات نہیں مان رہا ہے۔ حافظ محمد عمر صاحب مسکرائے اور ان میں سے ایک شخص سے کہا: میں ایک بات کہوں، مانو گے؟ اس نے کہا: حافظ جی! ضرور مانوں گا۔ حافظ عمر صاحب نے کہا: تو ٹھیک ہے، تم ہی مان جاؤ۔ اور حافظ صاحب کا محض یہ ایک جملہ سن کر ایک ہی نہیں دونوں مان گئے۔

خواب میں دیدارِ مصطفیٰ ﷺ: حضرت حافظ محمد عمر اشرفی نے ساری زندگی قرآن کے لیے وقف کر دی تھی، ان کے اعمال و کردار کا اگر جائزہ لیا جائے تو یہ کہنے میں کوئی مبالغہ نہیں ہوگا کہ وہ انتہائی متقی و پرہیزگار شخصیت کے حامل تھے، یہاں تک کہ مشتبہات سے بھی پرہیز کرتے تھے۔ برائی سے روکنا اور اچھائی کی دعوت دینا ان کا وطیرۂ خاص تھا، ہر فرد سے خوش اخلاقی سے ملتے، کبھی ہم نے ان کی زبان سے کسی کی برائی نہیں سنی۔ کافی بذلہ سنج اور ہنس مکھ تھے، وقتاً فوقتاً مذاح بھی کیا کرتے تھے، مگر ان کا مذاح بھی شریعت کے دائرے میں ہوا کرتا تھا۔ باضابطہ شاعر تھے مگر کبھی غزلیہ، طنزیہ اور سوقیانہ اشعار نہیں کہے۔ ان کی فکر کا محور اور ان کی شاعری کا مرکز ذات و صفاتِ رسول اکرم ﷺ کا بیان تھا۔ حمد و نعت اور منقبت کے علاوہ کبھی کسی دوسری صنفِ سخن میں طبع آزمائی نہیں فرمائی۔ عشقِ رسالت مآب ﷺ آپ کی رگ رگ میں لہو بن کر سرگرداں تھا، آپ کے دل کی دھڑکن یا رسول اللہ! یا رسول اللہ! کا وظیفہ کیا کرتی تھی اور آنکھوں میں جمالِ گنبدِ خضرا کی رعنائیوں کا بسیرا تھا۔

آپ اپنے اشعار میں دیدار کی خواہش کا جس شدت سے اظہار فرمایا کرتے تھے، اس کی جزا انھیں جیتے جی ملی۔ ثقہ راویوں کے بیان کے مطابق حضرت حافظ محمد عمر اشرفی کو متعدد بار خواب میں حضورِ اکرم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ آخری بار خواب میں زیارتِ مصطفیٰ ﷺ کی دولتِ لازوال ایامِ مرگِ وصال میں ہوئی۔

اے خوشا قسمت عمرؔ تیرے مقدر کو سلام
خواب میں جلوے نبی کے دیکھتا رہتا ہے تو

شاعری: حافظ محمد عمر اشرفی ایک کہنہ مشق نعت گو شاعر تھے۔ شاعری میں عمرؔ تخلص اختیار کیا۔ الحاج عبد العزیز برقی مبارک پوری اور الحاج ماسٹر مظہر علی چشتی سے مشورے لیا کرتے تھے۔ ایک بار کسی شیعہ نے کہا: حافظ جی اگر آپ یہ تخلص اختیار نہیں کرتے تو ہم لوگ آپ کی شاعری کو آسمان کی بلندیوں پر پہنچا دیتے۔ حافظ محمد عمر اشرفی نے برجستہ اور بے خوف کہا: میاں، اگر لفظ عمر کو چھوڑ کر مجھے شاعری کرنی ہو تو میں ایسی شاعری پر لعنت بھیجتا ہوں۔

آپ کی شاعری اور فکر و خیال کا محور و مرکز ذات و صفات و متعلقاتِ رسولِ اکرم ﷺ اور اسلامی تاریخ تھی۔ آپ کی شاعرانہ عظمت و کمال پر نگاہ ڈالنے سے قبل ایک نگاہ اس پر ڈالتے چلیں کہ شعر و شاعری اور شاعر کی اسلام میں کیا حیثیت ہے۔ اس سلسلے میں حضرت مولانا محمد اویس سرور اپنی کتاب "ترجمہ دیوان حسان بن ثابت" کے ابتدائی صفحات میں رقم طراز ہیں جس کی تلخیص ذیل میں پیش کی جا رہی ہے:

شعر و سخن کا اسلامی نظریہ: "قرآن و سنت اور علمائے اسلام کے احوال کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے اشعار جو غیر شرعی الفاظ اور کنایات پر مشتمل نہ ہوں شریعت ان کی حوصلہ افزائی کرتی ہے۔ بالخصوص ایسے اشعار جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، رسول اللہ ﷺ کی رسالت و مدحت، اخلاق و شرعی ہدایات اور اسلامی تعلیمات

پر مشتمل ہوں، ان میں اسلام کی الفت کا بیان، آخرت کے تذکرے ہوں تو ایسے اشعار کہنا باعثِ اجر اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں قرب کا ذریعہ ہے۔

جن روایات میں شعر و شاعری کی مذمت آئی ہے ان سے مقصود یہ ہے کہ شاعر اتنا مصروف اور منہمک ہو جائے کہ ذکر اللہ، عبادت اور قرآن سے غافل ہو جائے۔ نیز یہ کہ وہ اشعار فحش گوئی، زبان درازی اور غیر شرعی اقوال پر مبنی ہوں۔

امام بخاری نے صحیح بخاری میں اس بات کو مستقل عنوان کے تحت ذکر کیا ہے اور اس میں حضرت ابو ہریرہ کی یہ روایت لائے ہیں کہ حضور نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: "کوئی آدمی اپنا پیٹ پیپ سے بھر لے یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ اپنا سینہ اشعار سے بھرے۔"

امام بخاری فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ شعر جب ذکر اللہ، قرآن اور علم پر غالب آجائے لیکن اگر شعر مغلوب ہے تو پھر برا نہیں۔

اسی طرح وہ اشعار جو فحش مضامین یا لوگوں پر طعن و تشنیع یا دوسرے خلافِ شرع مضامین پر مشتمل ہوں وہ باجماع امت حرام اور ناجائز ہیں اور یہ حکم شعر کے ساتھ مخصوص نہیں جو نثری کلام ایسا ہو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

قرآن مجید میں اللہ رب العزت فرماتا ہے:

"وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ﴿۲۲۵﴾ وَ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۲۲۶﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ ذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ انْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾" (الشعراء:224،227)

"شاعروں کی باتوں پر تو وہی چلتے ہیں جو بے راہ ہیں، تو نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر میدان میں سر مارتے پھرتے ہیں، اور یہ کہ وہ کہتے ہیں جو نہیں کرتے، مگر وہ لوگ جو یقین لائے اور اچھے کام کیے اور اللہ کو بہت یاد کیا اور بدلہ لیا بعد اس کے کہ ان پر ظلم ہوا اور اب معلوم کرلیں گے ظلم کرنے والے کہ کس کروٹ الٹتے ہیں۔"

جب سورہ شعرا کی یہ آیتیں نازل ہوئیں تو حضرت عبد اللہ بن رواحہ، حضرت حسان بن ثابت اور حضرت کعب بن مالک جو شعرائے صحابہ میں مشہور ہیں، روتے ہوئے سرکار دو عالم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: "یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائی ہیں اور ہم بھی شعر کہتے ہیں۔"

حضور نے فرمایا: "ان آیات کے آخری حصے کو پڑھو۔" مقصد یہ تھا کہ تمہارے اشعار بے ہودہ اور غلط مقصد کے لیے نہیں ہوتے اس لیے تم اس استثنا میں داخل ہو جو آخر آیت میں مذکور ہے۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ ابتدائی آیات میں مشرکین شعرا مراد ہیں کیوں کہ گمراہ لوگ سرکش شیطان اور نافرمان ان ہی کے اشعار کی اتباع کیا کرتے تھے اور روایت کرتے تھے۔

آپ شرعی اور اخلاقی تعلیمات پر مشتمل اشعار کو پسند فرمایا کرتے تھے اور ایسے اشعار کہنے والوں کی حوصلہ افزائی بھی فرماتے:

(۱)- عمر بن الشرید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے مجھ سے امیہ بن أبي الصلت کے سو قافیہ تک اشعار سنے تھے۔ (صحیح مسلم، کتاب الشعر، باب، رقم:4185)

(۲)- حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم نے ارشاد فرمایا:

عربوں کا سب سے بہترین شعر لبید کا یہ مصرع ہے:

"الا كل شيء ما خلا الله باطل"

"یاد رکھو! اللہ کے علاوہ ہر چیز باطل اور بے بنیاد ہے۔"

(صحیح مسلم، کتاب الشعر، باب، رقم:4186)

ایک مرتبہ حضرت حسان بن ثابت مسجد میں بیٹھے اشعار سنا رہے تھے، حضرت عمر بن خطاب کا گزر ہوا تو فرمایا "ارے حسان! یہ کیا، تم مسجد میں بیٹھ کر اشعار پڑھ رہے ہو؟"

حضرت حسان بن ثابت نے کہا:

"میں اسی مسجد میں اس ذات کو اشعار سنایا کرتا تھا جو تم سے بہتر تھے یعنی رسول اللہ۔"

(مسند احمد، حدیث حسان بن ثابت، رقم:20927)

نبی پاک کا یہ فرمان بھی ملاحظہ فرمائیں:

"ان من الشعر لحكمة" (بخاری)

یعنی بعض اشعار حکمت والے ہوتے ہیں۔"

(ترجمہ دیوان حسان بن ثابت، ص:10-8)

-----------------------------(جاری)

سیاست صرف طاقت کی زبان سمجھتی ہے

محمد زاہد علی مرکزی، کالپی شریف

اگر آپ سیاست کر رہے ہیں یا سیاست میں جانے کی سوچ رہے ہیں تو آپ کو ہندوستان کی تاریخ کے وہ طاقتور آندولن اور احتجاج دیکھنے کی ضرورت ہے جن کی وجہ سے حکومتی تختے الٹ گئے یا پھر حکومتوں کو ان احتجاجوں کے آگے جھکنا پڑا ہے۔ بڑے بڑے جابر، تانا شاہ بھی عوامی احتجاج کے آگے بے بس نظر آئے ہیں، سیاست میں عوام کے سامنے جو جتنا جھکنے کی صلاحیت رکھے گا وہ اتنی ہی دیر تک سیاست کی باگ ڈور بھی تھامے رکھنے میں کامیاب رہے گا۔ سیاست نہ محبت چاہتی ہے اور نہ ہی عقیدت۔ سیاست میں نہ رشتے ناطے کوئی اہمیت رکھتے ہیں، نہ ہی سالوں پر محیط خدمت، ہم سیاست میں باپ کو بیٹے کا، بیٹے کو باپ کا، بھائی کو بھائی کا، ماں کو بیٹی کا اور بیٹی کو ماں اور بھائی کو بہن کا قتل کرتے ہوئے بار ہا دیکھ چکے ہیں۔ سیاست میں آپ اسی وقت تک اپنی پکڑ اور دبدبہ بنائے رکھ سکتے ہیں جب تک آپ سیاسی طاقت رکھتے ہیں۔ جس دن آپ کی طاقت کم ہونے کا احساس آپ کے قریبی لوگوں کو ہو گا اسی دن وہ کوئی اور در تلاش لیں گے، بعض ایسے بھی ہوں گے جو "گھر کے بھیدی بن کر آپ کی سیاسی لنکا کو ڈھانے کا کام کریں گے" سیاست ٹھیک اس مقولے کے الٹ ہے کہ "یک در گیر محکم گیر" یعنی ایک در مضبوطی سے تھامے رہو، یہاں مقولہ یوں ہو جاتا ہے "آں در گیر چو قوت گیر" وہ در پکڑو جو طاقت ور دیکھو۔

ماضی ہو یا حال، سیاسی "روشن مستقبل" کے لیے آپ کو اپنی طاقت اپنے اور بیگانے سبھی کو دکھاتے رہنے کی ضرورت ہے، ورنہ آپ کی صورت، آپ کی قوم، آپ کی خدمت، آپ کی طاقت، آپ کا دماغ، آپ کے تعلقات سیاسی لوگ استعمال تو خوب کریں گے، لیکن آپ اور آپ کی قوم کے حصے میں کچھ نہیں آئے گا، بظاہر وہ آپ کو اپنا ہیرو کہیں گے، بھروسے مند کہیں گے، ہر جگہ آپ کو لے کر جائیں گے اور آپ کو اتنے بوجھوں تلے دبا دیں گے کہ آپ خود ہی کہیں گے کہ ابھی کچھ مانگنے کے لئے مناسب وقت نہیں ہے۔

یادوں کے جھروکوں سے:

میں آپ کو بہت پیچھے لے کر نہیں جاؤں گا کہ جو لکھا جائے اسے سمجھنے کے لیے سیاسی کتابیں خریدنے یا گوگل کرنے کی ضرورت ہو، اگر آپ کو سیاست سے لگاؤ ہے یا آپ ہر روز اخبار دیکھتے ہیں تو آپ کی یادوں کے جھروکوں میں یہ چیزیں پہلے سے ہی اسٹور ہوں گی، بس انھیں دماغ کی اسکرین پر پلے کرنے کی ضرورت ہے۔

گجرات میں ہاردک پٹیل کا پاٹیدار احتجاج، جگنیش میوانی کا "چلو اونا" احتجاج، اور دہلی کے رام لیلا میدان میں کانگریس کے خلاف "انا ہزارے" کا احتجاج، دہلی ہی میں جواہر لال نہرو یونیورسٹی (J.N.U) میں فیس بڑھائے جانے کو لے کر طلبہ کا احتجاج، ہریانہ میں جاٹ ریزرویشن کا احتجاج، راجستھان میں گوجروں ریزرویشن احتجاج، دہلی میں سی اے اے، این آر سی کو لے کر مشترکہ احتجاج، فی الحال دہلی بارڈر پر کسانوں کا احتجاج جاری ہے، ان دھرنا پردرشنوں سے حکومت، ادارے کہیں جھکے ہیں اور کہیں بیک فٹ پر دیکھے گئے ہیں، کہیں انھیں احتجاج کی بنا پر حکومت چلی گئی تو کوئی کرسی پا گیا، مذکورہ احتجاجوں سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حکومت عوامی طاقت کو ہی اہمیت دیتی ہے یہی وجہ ہے کہ ان احتجاجات سے ہم نے کئی لیڈر پائے ہیں جیسے اروند کیجریوال، ہاردک پٹیل، جگنیش میوانی، کنھیا کمار، چندر شیکھر آزاد وغیرہ وغیرہ

احتجاج اچانک نہیں ہوتے، یہ کرائے جاتے ہیں یا کئے جاتے ہیں، کبھی حکومتیں کراتی ہیں تاکہ اغیار ان کی طاقت دیکھ سکیں، تو کبھی اپوزیشن سیاسی جماعتیں احتجاج کراتی ہیں کہ حکومت گرے اور ہم تخت نشیں ہوں، کبھی سیاسی جماعتیں نئے لیڈر تلاشنے، اور اپنی سیاسی زمین بچانے کے لیے بھی احتجاج کا سہارا لیتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ احتجاجوں کی صدارت کرنے والے یا ان کی پہچان بننے والے افراد کو سیاسی پارٹیاں اپنی جماعت میں شامل کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کرتی ہیں، جیسے ہاردک پٹیل، کنھیا کمار، جگنیش میوانی وغیرہ....

چیئرمین تحریک علمائے بندیل کھنڈ، رکن روشن مستقبل دہلی

طاقت ہے تو کیش کرنا سیکھئے:

کہتے ہیں کل کس نے دیکھا ہے اور سیاست میں تو کسی نے پَل بھی نہیں دیکھا، ہر لمحہ نئی بساط بچھائی جاتی ہے اور ہر لمحہ شہ مات کا کھیل جاری رہتا ہے، چند منٹ پہلے وزیر کچھ نہیں ہوتا اور چند لمحوں بعد ہی "شاہ" مات کھا جاتا ہے، صحیح معنوں میں سیاست نپی تلی نظر رکھنے کے ساتھ بروقت حملہ کرنے ہی کا نام ہے، جو یہ سیکھ گیا وہ سیاست سیکھ گیا.... خیر آمدم بر سر مطلب اگر آپ کے پاس سیاسی طاقت ہے تو پھر کیش کرنا ضروری ہے کیونکہ سیاست میں کب کیا ہو جائے بھروسہ نہیں، ایسے لوگ ہمیشہ فائدے میں رہتے ہیں جو اپنی طاقت کا استعمال کرتے رہتے ہیں ویسے تو بہت لیڈر ہوے ہیں لیکن ایک لیڈر جسے دنیا "رام ولاس پاسوان" (بانی لوک جن شکتی پارٹی) کے نام جانتی ہے، اس لیڈر کے پاس اتنی طاقت تو نہیں تھی کہ اکیلے اپنی قوم کی بنا پر حکومت بنا سکے، لیکن اس نے اپنی طاقت کو ہمیشہ کھرے داموں میں کیش کیا تھا، (آج وہ نہیں ہیں لیکن انکی سیاسی ہوشیاری کے سبھی قائل ہیں) حکومت کسی کی بنے، لیکن اپنی طاقت کی بنا پر وہ سب حاصل کیا جو کوئی سیاسی آدمی چاہتا ہے، کیونکہ اس آدمی نے نہ کسی سے عقیدت دکھائی اور نہ ہی کسی سے محبت، جب موقع دیکھا چوکا ہی نہیں چھکا بھی مار دیا، اب ان لیڈروں کی بات کرتے ہیں جو وفاداری کی پُڑیا لیے گھومتے رہے اور آج "جیلوں" میں گھوم رہے ہیں یا پھر حاشیے پر ہیں اور اب کہیں جا بھی نہیں سکتے۔

سب سے پہلے ہم کشمیر سے "غلام نبی آزاد" کو لیتے ہیں جناب پہلے کانگریسی ہوے، پھر محنت کر کے پنجاب، بنگال جیسے علاقوں میں کانگریس کو پہنچایا، پارٹی ترقی کرتی گئی اور کشمیر تنزلی کا شکار ہوتا رہا، فیک انکاؤنٹر ہوتے رہے، کشمیری عوام خون کے آنسو روتی رہی اور آپ وفاداری ہی کرتے رہے، آرٹیکل 370 نافذ ہو گیا، موصوف کو کشمیر نہیں جانے دیا گیا، محبوبہ مفتی، فاروق عبداللہ جیل میں سڑتے رہے اور مسلم حمایتی سمجھی جانے والی پارٹی صحیح سے آواز بھی نہ اٹھا سکیں، سب بالائے طاق رکھتے ہوئے پارٹی کی ترقی کے لیے وفاداری کا جوش پھر چڑھا اور کانگریس صدر سونیا گاندھی کو خط لکھ ڈالا، کہ کچھ بدلاؤ ہونا چاہیے ورنہ اپوزیشن میں زندگی بھر بیٹھے رہیں گے، یہ پارٹی کو ہضم نہ ہوا اور اب پارٹی نے سائڈ لائن دکھا دی ہے - اسے ہی کہتے ہیں "گھر کا نہ گھاٹ کا"...

انڈین سیاست میں فی الحال سب سے زیادہ سرخیوں میں اتر پردیش کے سماجوادی لیڈر اعظم خان ہیں، اعظم خان وہ لیڈر رہیں جن کے کندھوں پر سوار ہو کر سماجوادی پارٹی کئی مرتبہ وزیر اعلیٰ کی کرسی پر پہنچی، دو چار ہزار اردو کی نوکریاں یا چار سو مدرسوں کو گرانٹ دینے کے علاوہ مسلمانوں کا کوئی فائدہ نہیں ہوا، اعظم خان صاحب کی ساری زندگی کی محنت یا بدلہ کہیں تو وہ جوہر یونیورسٹی ہے جسے اب سرکاری "تانڈو" جھیلنا پڑ رہا ہے، اگر یہ چاہتے تو اپنی پارٹی بھی کھڑی کر سکتے تھے، اپنی طاقت کا احساس کراتے تو نائب وزیر اعلیٰ بھی بن سکتے تھے، اعظم خان اتنے طاقت ور تھے کہ کبھی بھی سماجوادی پارٹی کی سرکار گرا سکتے تھے، مگر ایسا نہیں ہوا اور نو بار کے ودھایک، ایک بار راجیہ سبھا ممبر اور فی الحال لوک سبھا کے ممبر ہونے کے باوجود آج ایک سال سے جیل میں ہیں، جو کیس لگائے گئے ہیں، وہ اس بڑے لیڈر کی کھلی بے عزتی ہے، جیسے بکری چوری، مرغی چوری، بھینس چوری وغیرہ وغیرہ....اور سماجوادی پارٹی کے صدر اکھلیش یادو خبر بھی نہیں لے رہے ہیں، اب جب اویسی صاحب کی ملاقات کی خبر عام ہوئی تو وہی کانگریس جس نے اسی یونیورسٹی کی منظوری کو سالوں لٹکائے رکھا اور منظوری دینے والے گورنر صاحب کو اپنا عہدہ گنوانا پڑا، آج اظہار عقیدت کر رہی ہے، اور یہی سماجوادی پارٹی بھی کر رہی ہے، یعنی دونوں پارٹیاں اپنا الو سیدھا کرنے کی کوشش کر رہی ہیں، اے کاش! خان صاحب اپنی طاقت دکھاتے یا دکھا دیں تو سماجوادیوں کا وزیر اعلیٰ بننے کا خواب خواب خرگوش ہو سکتا ہے .....

سماجوادی پارٹی ہی ایک اور نیتا عتیق احمد الہ آبادی بھی سالوں سے جیل میں ہیں اور بی ایس پی سپریمو مایاوتی جن مختار انصاری کے کندھوں پر سوار ہو کر فرش سے عرش پر پہنچیں، آج وہ بھی کئی سالوں سے جیل میں ہیں، مایاوتی ہی کے دست راست کہے جانے والے "نسیم الدین صدیقی" جنھوں نے پارٹی اور مایاوتی کی عقیدت کے چلتے اپنی بیٹی کی تدفین تک میں شرکت نہ کی، آج وہ بھی سلاخوں میں ہیں، گجرات کے احسان جعفری، اور گجرات ہی سے کانگریس کے "چانکیہ" کہے جانے والے احمد پٹیل، قوم کو کچھ نہ دے سکے، ان سبھی لیڈروں نے اگر بے جا وفاداری نہ دکھائی ہوتی اپنا اور قوم کا بھلا کیا ہوتا تو آج ہر دل عزیز ہوتے، اور رام ولاس پاسوان کی طرح ہی مزے میں ہوتے، عام آدمی پارٹی کے امانت اللہ خان کی برطرفی اور دہلی دنگوں کو بیلنس کرنے کے لیے ان کی واپسی بھی اسی کیٹیگری میں رکھئے، ------ (باقی، ص:19 پر)

فکر و نظر

واقعاتِ کربلا کی عصری معنویت

بزمِ دانش میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر و بصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں۔ ہم اربابِ قلم اور علمائے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں۔ از: مبارک حسین مصباحی

ستمبر 2021 کا عنوان	سوشل میڈیا کے مثبت نتائج
اکتوبر 2021 کا عنوان	اسمبلی انتخابات میں مسلمان کیا کریں؟

معرکۂ کربلا نے باطل اہلِ اقتدار سے شدید اختلاف کا حق دیا
تیرہ سو سال کے بعد اقوامِ متحدہ نے اظہارِ رائے کی آزادی کو تسلیم کیا

عدنان عادل (پاکستان)

محرم الحرام اکسٹھ ہجری میں کربلا کے مقام پر پیش آنے والے واقعہ کی متعدّد تشریحات کی جا چکی ہیں اور کی جاتی رہیں گی۔ اسلامی تاریخ کا یہ دلدوز معرکہ اپنی اہمیت کے اعتبار سے اتنا اہم اور ایسی گہرائی کا حامل ہے کہ ہر عہد کربلا کی ایک نئی معنویت دریافت کرتا ہے۔

دورِ حاضر میں ہر مذہب، نسل اور قوم کا کچھ بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ اور احترام پر اتفاق ہے۔ آج سے ستّر برس پہلے دو بڑی ہولناک عالمی جنگوں میں کروڑوں افراد لقمہ اجل بن چکے تھے۔ انسانی ضمیر جنگوں کی تباہ کاریوں تلے سسکیاں لے رہا تھا۔ مغربی اقوام نے تحریک چلائی کہ ایسا عالمی منشور بنایا جائے کہ ان جنگوں میں ایسی تباہ کاریاں دوبارہ واقع نہ ہوں۔ کوئی ہٹلر ایسا حکمران نسلی یا سیاسی اختلاف کی بنا پر کسی ایک گروہ انسانی کی نسل کشی نہ کر سکے، دنیا کو آگ و خون میں نہ جھونک سکے۔ دنیا میں پائیدار امن قائم کرنے کی خاطر تمام اقوام چند بنیادی اقدار کی پاسداری پر متفق ہو جائیں۔ مختلف قوموں، تہذیبوں اور مذاہب کے لوگوں سے طویل مشاورت کے بعد انسانی حقوق کا اعلامیہ تیار کیا گیا جس پر اقوام متحدہ کے ارکان ممالک نے دستخط کیے۔ اس اعلامیہ میں انسانی جان کے تحفظ اور اس کے احترام کو ہر فرد کا بنیادی حق تسلیم کیا گیا۔ اس عالمی منشور کی ایک اہم شق اظہارِ رائے اور سیاسی اختلاف رکھنے کی آزادی ہے، ہر شخص کو بنیادی حق حاصل ہے کہ وہ اپنے ضمیر کے مطابق جو سیاسی نظریہ چاہے اختیار کرے اور حکومت سے اختلاف کا اظہار کر سکتا ہے۔ گو اس اعلامیہ کی وقتاً فوقتاً خلاف ورزیاں بھی ہوتی رہی ہیں جیسا کہ موجودہ مقبوضہ کشمیر اور فلسطین میں ہو رہی ہیں لیکن عمومی طور پر عالمی برادری کوشش کرتی ہے کہ بنیادی انسانی حقوق کا تحفظ کیا جائے۔ جہاں ان حقوق کی پامالی ہو اس پر دنیا کے بیشتر ممالک اپنی آواز اُٹھاتے ہیں۔

موجودہ دور میں ضمیر کی آزادی کی بات کرنا، سیاسی اختلاف رکھنا اور اس کے لیے تحریک چلانا ایک معمول کی بات ہے لیکن پندرہ سو برس پہلے جب حکومت وقت کی آمریت اور جبر ایک تسلیم شدہ امر تھا حضرت امام حسین نے انتہائی جرأت سے یزید کی حکومت کو تسلیم کرنے اور تمام تر دباو کے باوجود اس کی بیعت کرنے سے انکار کیا۔ اس زمانے میں بیعت کا مطلب جدید اصطلاح میں کسی حکمران کو اعتماد کا ووٹ دینا تھا، اُس سے حلف وفاداری کرنا تھا۔ یزید کی حکومت مسلم علاقوں پر قائم ہو چکی تھی، اس کے پاس وافر مالی اور عسکری وسائل تھے۔ مسلمانوں کی اکثریت حکومت سے تعاون کرنے پر مائل تھی یا اس کے سامنے خاموش تھی۔ امام حسین کے بیعت نہ کرنے سے اس کی حکومت کو وقتی طور پر کوئی خطرہ نہیں تھا۔ یزید کے والد اور پیش رو امیر شام نے خاندان اہل بیت سے صلح نامہ پر دستخط کیے تھے اور اُن سے بیعت کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔ لیکن یزید نے امام حسین سے بیعت لینے پر اصرار کیا کیوں کہ اس کی حکومت اخلاقی جواز اور رضا کارانہ عوامی تائید سے محروم تھی۔ صرف امام حسین کی بیعت ہی سے یزید کی حکومت کو اخلاقی اور سیاسی استحکام مل سکتا تھا۔ امام حسین نے یزید سے حلف وفاداری کرنے اور اسے اعتماد کا ووٹ دینے سے صریحًا انکار کیا۔

Adnanadil1966@gmail.com

وجوہات سے قطع نظر امام عالی مقام اپنے اختلاف پر جم گئے۔ تاہم آپ کا راستہ اور طریق کار امن اور صلح جوئی کا تھا۔ آپ نے کربلا کے میدان میں یزیدی سپاہ کے سامنے مصالحت کی مختلف تجاویز رکھیں۔ ایک یہ پیش کش بھی کی کہ اُن سے بیعت کا مطالبہ نہ کیا جائے تو وہ عرب کی حدود سے باہر قبائلی علاقوں میں جاکر رہائش پذیر ہوجائیں گے اور تبلیغ دین میں مصروف رہیں گے۔ انہوں نے بیعت سے کم امن قائم رکھنے کی ہر کوشش کی لیکن یزیدی سپاہ حلف وفاداری کے مطالبہ پر مُصر رہی۔ امام حسین کے پاس یزید کا مطالبہ ماننے کے کئی بہانے ہوسکتے تھے۔ مثلاً یزید کے مقابلہ میں امام حسین کا کھل کر ساتھ دینے والوں کی تعداد بہت کم تھی لیکن اس قلت سے امام کے پائے استقامت میں لغزش نہ آئی۔ آپ اس عظیم پیغمبرانہ روایت کے امین تھے جس میں حق اور سچائی کی دعوت دینے والے ساتھیوں کی تعداد پر بھروسہ نہیں کرتے۔ انہیں معلوم تھا کہ ایک داعی کی کامیابی یہ نہیں کہ اس کی آواز پر لبیک کہنے والے زیادہ ہوں بلکہ اس کی فتح یہ ہے کہ وہ اپنے ضمیر کے مطابق دشوار راستوں پر چلتے ہوئے اپنا فریضہ ادا کردے۔

عرب کے پس ماندہ، قبائلی معاشرہ میں جہاں طاقت کی زبان کا چلن تھا امام حسین کا طاقتور حکمران کو انکار کرنا اور اس پر ڈٹ جانا ایک بہت غیر معمولی واقعہ تھا۔ امام کے سامنے ہر وہ چیز خطرہ میں تھی جو کسی انسان کو بہت عزیز ہوتی ہے۔ آپ کو معلوم تھا کہ جنگ میں آپ کی اولاد، عزیز رشتے دار اور قریبی دوستوں کو قتل کردیا جائے گا اور اس کے بعد خانوادہ رسول اکرم ﷺ کی مقدس خواتین اور بچے ظالم، شقی القلب یزیدی لشکر کے رحم وکرم پر ہوں گے، اُن سے توہین آمیز سلوک کیا جائے گا، انہیں اذیت ناک قید میں رکھا جائے گا۔ لیکن آپ نے اپنی آزادی اور اپنے اصولوں پر سمجھوتا نہیں کیا۔

درحقیقت، امام حسین کی ثابت قدمی نے ان کے مخالفین کی اخلاقی پستی اور بربریت کو ہمیشہ کے لئے بے نقاب کردیا۔ وہ متحارب فریق پر پانی بند کرنے، جنگ کے بعد لاشوں کو پامال کرنے، متحارب فریق کے خیموں کو آگ لگانے، جنگی اسیروں سے بدسلوکی ایسے جنگی جرائم کے مرتکب ہوئے۔ امام حسین کی قربانی نے ہمیشہ کے لئے لوگوں پر ظاہر کردیا کہ یزید اور اسکے ساتھی بنیادی انسانی اقدار سے محروم تھے اور اسلام کے روشن اصولوں سے منحرف ہو چکے تھے۔ وہ بلاشبہ امام عالی مقام کی بیعت لینے کے مستحق نہ تھے۔ سید الشہدا نے کربلا کے میدان میں جو قربانیاں دیں اس کا ایک بڑا نتیجہ یہ نکلا کہ اس واقعہ کے بعد کسی اموی حکمران نے اہل بیت کرام سے بیعت کرنے کا مطالبہ نہیں کیا۔ امام حسین کے بیٹے امام زین العابدین اور ان کی اولاد در اولاد سے کسی اُموی یا عباسی حکمران نے زور زبردستی حلف وفاداری لینے کی سعی نہیں کی۔ یوں مسلمانوں کی مملکت میں ابتدائی دور سے ہی سیاسی اختلاف رائے اور حریت فکر کا بنیادی حق عملی طور پر رائج ہو گیا۔ تیرہ سو سال بعد اقوام عالم نے اسے باضابطہ طور پر بنیادی انسانی حق تسلیم کیا۔ ☆☆☆

یزیدانِ وقت کے باطل نظریات کے خلاف آواز بلند کرنا ہی تاریخ کربلا کی عصری معنویت

غلام مصطفیٰ رضوی

یادیں ہماری تاریخ کا لازمہ ہیں۔ زندہ قومیں یادوں کے زرّیں نقوش پر ارتقا کی منازل طے کرتی ہیں اور اپنے قومی وقار کو بلند کرتی ہیں۔ نئے اسلامی سال کے عشرۂ اول میں شہادت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور واقعۂ کربلا کی یاد منائی جاتی ہے۔ یاد امام حسین کے سال بہ سال منانے سے کیا فائدہ؟ یہ سوال ہر ذی شعور کے ذہن میں اُبھرتا ہے۔ اس بارے میں فکر وخیال میں وارد چند اعتبارات سے ہم واقعۂ کربلا کا اجمالی تجزیہ کرتے ہیں تاکہ نتائج کے استخراج میں آسانی ہو۔

عقلی اعتبار سے: دین متین آخری دین ہے۔ رسول کائنات ﷺ خاتم الانبیا ہیں۔ اس لیے دین کا نظام وضابطہ آقائے کائنات ﷺ کی بارگاہ سے مکمل ہو گیا۔ قوانین اسلامی میں تغیر و تبدّل کا امکان بھی متصوّر نہیں۔ جس کا حسی نتیجہ نکلا کہ 'شریعت' کے معاملے میں کسی طرح کی 'نئی صورت' قابلِ قبول نہیں اور یہ دین کے فطری اصول کے عین مطابق ہے کہ شریعت پر استقامت اختیار کی جائے۔ اسی لیے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کی اطاعت سے انکار کیا۔ یہ انکار بیعت ٹھوس عقلی بنیادوں پر تھا جس کے شواہد موجود تھے۔

عملی انحراف: شریعت سے چوں کہ کسی صاحبِ اقتدار کے عملی انحراف وبغاوت کی پہلی مثال یزید نے پیش کی۔ یہ اس رُخ سے آغاز تھا۔ اس لیے اس کی مذمت و مخالفت میں پہلا اقدام اُٹھانے والی ذات امام حسین کی تھی۔ شریعت سے عملی انحراف کے مقابل حفظِ شریعت کا معاملہ لازم تھا۔ یاد رکھنا چاہیے کہ اگر کوئی جرم انفرادی ہو تو بندے کا گناہ اس کی ذات تک محدود رہتا ہے۔ لیکن یہی معاملہ بزور اقتدار شرعی احکام کے انکار میں بدل جائے یہ "انحراف" کہلاتا ہے جس کا مرتکب یزید تھا۔ یزید نے فسق وفجور کی گنجائش نکالنے کی کوشش کی۔ قیصر وکسریٰ کے استبداد وجور کو آئیڈیل بنایا۔ فطری انحراف نے اس پاکیزہ آئیڈیل سے اسے منحرف کردیا جس نے ظلم وستم کی آندھیوں کے رُخ موڑ کر انسانی اقدار کی بقا کا تصور دنیا کو دیا تھا۔ عشق رسول

ﷺ نے جنھیں وحشت سے نکال کر اُجالوں کا سفیر بنادیا تھا۔ یزیدی بد بختی کی انتہا تھی کہ ایسی نکھری فکر سے انحراف کرکے شیطانی مزاج کی تسکین چاہی۔

معاشرتی اعتبار سے: ظالم سے مقابلہ کرکے مظلوموں کو تحفظ فراہم کرنے کا درس امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزیدیت کی بر ملا مخالفت کرکے قوم کو دیا۔ غیر اسلامی افکار سے نبرد آزما ہوکر اسلامی قدروں کو معاشرے میں رائج کرنا یہ امام حسین کا ایک عظیم کارنامہ ہے۔ اگر آپ یزیدی فکر کے مقابل جاں نثاری کا مظاہرہ نہیں کرتے تو معاشرتی اعتدال و توازن کے پیمانے یزیدی اقتدار کے عروج کے ساتھ ہی منہدم ہوجاتے اور ایک مثال بعد کے دور تک متواتر چلی آتی کہ ہر صاحبِ اقتدار ظلم واستبداد کو معاشرے کی ضرورت سمجھتا؛ اور یزیدیت کو اس لیے بھی آئیڈیل مانتا کہ امام حسین کا یزید کے مقابل نہ آنا یزیدیت کو حمایت فراہم کرتا۔ اس اعتبار سے ہم اسلامی معاشرتی توازن میں امام حسین وان کے رفقا کی شہادت کو روح قرار دیں تو بجا ہو۔

شرعی اعتبار سے: ابتدائی دور میں جب کہ خلفائے اربعہ کے بعد نظام مملکت جڑ پکڑ رہا تھا، شریعت کے کسی مسئلے میں تجاوز برداشت کرلیا جاتا تو شریعت سے روگردانی کا درس مہیا ہوتا، اس لیے قانون کی بالادستی مملکتوں کا لازمہ ہے، بات قانونِ الٰہی کی تھی، جس سے گلوخلاصی ممکن نہیں۔ اسی لیے شریعت کے تحفظ کی خاطر امام حسین نے یزید کی اطاعت کے مقابل اپنے خاندان واپنی قربانی گوارہ کرلی۔ بعد کی نسلوں کے لیے یہ مثال قائم کی کہ جس کی خاطر جان دی گئی وہ کس قدر اہم ہے، یعنی شریعت اسلامی کے تحفظ کو ترجیح دینا ہر دور میں حق کی ضرورت ہے۔

نظام حکمرانی کا فکری تصور: اسلام نے حکمرانی کے وہ اصول دیئے جس میں انصاف ودیانت اور نظام الٰہی کی بالادستی ہے۔ یہی سبب ہے کہ دنیا جانشینانِ خاتم الانبیا ﷺ؛ بوبکر و عمر، عثمان وحیدر کے طرزِ حکمرانی کی مثال پیش نہیں کرسکتی۔ ان کے اس عہد میں جب کہ ترسیل ومیڈیا و مواصلات کے آسان ذرائع نہ تھے رعیت کے مسائل کے حل کے لیے عملی کاوشات، انصاف ودیانت و توازن کا بے مثل نفاذ، امن وامان و محبت وآشتی کا عدیم النظیر ماحول در اصل یکتا ویگانہ ہے۔ جب کہ یزیدی نظام قربانیِ حسین کے باعث آئیڈیل نہ بن سکا۔

پیغام صدق کی ترسیل: ظالم کے سامنے سچائی کے لیے جان نچھاور کرکے سچائی کو تحفظ دینا واقعۂ کربلا کا سب سے نمایاں پہلو ہے۔ اسلام سب سے بڑی سچائی ہے جس کا نظام ”شریعت“ کے قوانین پر عمل درآمد ہے۔ اس کے خاتمہ کے لیے یزیدیت میدان میں تھی۔ یزید؛ امام حسین وان کے رفقا کو شہید کرکے یہ سمجھ بیٹھا کہ جیت ہوچکی ہے، لیکن! در حقیقت شہادت حسین کا فلسفہ اس طور آئیڈیل بنا کہ: ع ”کہ کٹ سکتا ہے سر خوددار کا پر جھک نہیں سکتا“

اطاعتِ یزید نہ کرنا دراصل سچائی کی بالادستی ہے، سچ آج بھی زندہ ہے، حسینی پیغام سچ ہی ہے، یہی سچائی آفاقی اور فطری ہے، اسی کی دعوت نبی آخر الزماں ﷺ نے دی جس کا تحفظ کربلا کے میدان سے ہوا۔ بعد کو بھی صدق ووفا کے پیمانوں کی بقا کی خاطر بہت سے تاریخی واقعات وقربانیوں کے نظارے دیکھے گئے لیکن انھیں واقعہ کربلا کے بعد یاد رکھا جاتا ہے؛ اس لیے کہ سب کی رگوں کو خونِ تازہ فراہم کرتا ہے کربلا کا نظارہ۔ یزیدیت آج بھی موجود ہے ظلم وستم اور استبداد ورعونت کی شکل میں، یزیدیت استعارہ بن چکی ہے فتنہ سامانیوں کا اور اقتدار کی ہوس میں بے گناہوں پر تشدد کا، حسینیت صبر ورضا کا پیمانہ ہے۔ یزیدیت زندہ ہے داعش کی شکل میں؛ القاعدہ کی شکل میں، بوکو حرام اور دوسری نام نہاد عسکری تنظیموں کی شکل میں، اسرائیلی جفا اور صیہونی زیادتیوں کی شکل میں یزیدی فکر زندہ ہے، ایسے ماحول میں ضروری ہے کہ عاشقانِ رسول اسلامی کردار وتعلیمات کے مظاہرے سے ان کی فکر کو بے حوصلہ کردیں۔ اس لیے کہ یہود ونصاریٰ کو یزیدیت لہو فراہم کررہی ہے؛ ایسے میں ضرورت ہے کہ حسینی فکر کو رواج دیا جائے تاکہ اسلامی دنیا میں پنپنے والے یزیدانِ عہد رواں دم توڑ جائیں۔ کھلے دشمنوں سے زیادہ خارجی دہشت گرد اسلام کے لیے مسئلہ ہیں، اس لیے کہ وہ یزیدی فکر کو رواج دے کر انسانیت کی قبا تار تار کررہے ہیں، اولیا کے مزارات کو بموں سے نشانہ بناکر امن وآشتی کا خاتمہ کرنے کے درپے ہیں، پیغمبر اسلام ﷺ کے پیامِ امن وسلامتی کے ترجمانوں کو نشانہ بناکر اسلام کے نفیس چہرے پر تشدد کی کالک ملنے کی نامراد کوشش کررہے ہیں، ان حالات میں ہم پر لازم ہے کہ حسینی کردار پیش کریں۔

کیا یہی یادِ حسین ہے؟ خلافِ شریعت روایات کے ذریعے حسینی کردار کا مظاہرہ نہیں کیا جاسکتا، یاد منانا یہ ہرگز نہیں کہ خواتین کو بے پردہ بازاروں کی زینت بنادیا جائے، حسینیت یہ نہیں کہ یاد کو غیر شرعی غم سے بدل دیا جائے، حسینیت شریعت پر استقامت ہے، خلافِ سنت راہوں سے بچ کر متبعِ شریعت بن جانا ہے، ورنہ یزیدی افعال اپناکر کبھی بھی حسینی پیغام دنیا کو نہیں دیا جاسکتا۔ قربانیوں کی جولان گاہ پر نفس کی شرارتوں کو قربان کردینا حسینیت ہے۔ حقوق کی ادائیگی، انسانی جانوں کا تحفظ، شرعی احکام پر عمل، ایفائے عہد ووفا، محبت وآشتی، اخوت وسلامتی ایسے عوامل ہیں جن سے حسینی پیغام کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ اسی پر آج عمل کی ضرورت ہے، یہی درس امام ابوحنیفہ، امام بخاری و شاہِ جیلانی، امام غزالی و رازی، خواجۂ اجمیری و مخدومِ سمنانی، مجدد الف و مجدد بریلی نے اپنے اپنے عہد میں دیا۔ انھیں اسلاف کی تعلیمات میں حسینی فکر مستور ہے جس پر عمل قومی وقار کی بلندی کی ضمانت ہے۔

☆☆☆

تعارف و تجزیہ

ذوقِ مدحت - شاعر: قاری اخلاق فتح پوری
تعارفی جائزہ

مبارک حسین مصباحی

6اگست 2021ء کو بذریعہ ڈاک ایک پیکٹ موصول ہوا جس میں متعدّد کتابیں تھیں، پہلی کتاب "**انعطاف**" 272 صفحات پر ہے، یہ گراں قدر مجموعۂ مضامین سید الشعرا حضرت سید محمد نور الحسن نور نوابی عزیزی کی شاعرانہ خصوصیات پر مشتمل ہے اس کے مرتب معروف شاعر سید محمد مجیب الحسن نوابی عزیزی ہیں۔ ماشاء اللہ تعالیٰ ادیبانہ سلیقے سے مرتب فرمائی ہے۔ اس میں "نور کے ساغر میں حمد و مناجات کی تابشیں" 30 صفحات پر مشتمل ہماری عرض گزاریاں بھی ہیں۔ دیگر مضامین بڑی اہمیت کے حامل اور فکر و فن کی نورانی کرنوں سے منور ہیں، اللہ تعالیٰ "**انعطاف**" کو مقبولیت سے سرفراز فرمائے۔

دوسری انتہائی وقیع کتاب "**مدحت کی کہکشاں**" (نعوت بر زمین خواجہ میر درد) ہے۔ شاعر پر وقار ہیں حضرت سید محمد نور الحسن نور نوابی عزیزی دامت بر کاتہم القدسیہ- 144 صفحات کے اس وقیع توشۂ شاعری کا انتخاب کیا ہے، حضرت سید محمد مجیب الحسن نوابی عزیزی دامت بر کاتہم العالیہ نے ،حضور خواجہ میر درد کی زمینوں پر تضمینیں لکھنا اس شاعر باکمال کا کمال ہے جس نے میر اور غالب کی شاعری پر تضمینیں لکھنے کا حق ادا کر دیا ہے۔ "**ثنا کی نکہتیں**" مجموعۂ نعت بر زمین غالب، اور "**نعتوں کے دیے**" نعوت بر زمین میر تقی میر مستقل کتابیں شائع کرنے کا افتخار حاصل فرمایا۔

تیسری اہم کتاب "**سورج نکلا ہے**" ہائیکو کا مجموعہ ہے۔ 72 صفحات پر مشتمل یہ وقیع مرقع بڑی محنت و جاں فشانی کا ثمرہ ہے۔ ہائیکو جاپانی صنف سخن ہے، جس کا ابتدائی تعارف 1905ء میں ہوا۔ مگر اردو میں ہائیکو کا ابتدائی تعارف اس وقت ہوا جب شاہد دہلوی نے ماہ نامہ "ساقی" کا جاپان نمبر 1936ء میں شائع کیا۔ شاعر ہیں سید السادات حضرت سید شاہ محمد نور الحسن نور نوابی عزیزی۔ اللہ تعالیٰ آپ کا بھلا کرے، آپ نت نئی زمینوں میں نعتوں کے دریا بہا کر اردو ادب میں نعوت کی پزیرائی کی راہ ہموار فرما رہے ہیں۔

چوتھی کتاب "**ذوق مدحت**" ہے۔ یہ مجموعۂ نعت آفاقی شاعر حضرت قاری اخلاق احمد فتح پوری کے نتائج فکر کے انمول موتی ہیں، سرِ دست ہم اس کتاب کا سرسری مطالعہ کرتے ہیں۔ سادگی میں قیامت دیکھنا ہو تو ان نعوت کے مرقعِ جمیل پر نگاہ ڈالیں، آنکھیں روشن اور دل مسرور ہو جائیں گے۔ 124 صفحات پر مشتمل یہ دبستان بلا شبہہ قابلِ صد افتخار ہے۔ ہم دعا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنی حمدوں اور اپنے نبی کی نعتوں کے طفیل آپ کی عمر، اقبال اور فکر و فن کی عمر دراز فرمائے۔ آمین۔ حضرت قاری اخلاق بلا شبہہ پیکرِ اخلاق ہیں، آپ کی میٹھی باتیں اور لہجے کا بانکپن دل و دماغ کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ عجز و انکساری میں بھی بزرگوں کی یادگار ہیں۔ قاری صاحب مقبول ترین قاریِ قرآن ہیں اور جب بھرے اسٹیج پر عشق و محبت میں ڈوب کر نعتیں پڑھتے ہیں تو حدِ نظر سامعین ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتے ہیں۔ پُر کشش لہجہ، دلکش آواز، عوام کے دلوں کی دھڑکنوں پر اپنے انداز سے قبضہ کر لیتے ہیں

2017ء میں آپ کا پہلا مجموعۂ نعت "**محبتوں کے چراغ**" شائع ہوا تھا۔ ہم نے اس کی زیارت کا شرف حاصل کیا ہے۔ ماشاءاللہ خوب سے خوب تر ہے۔ شائقین شعر و سخن میں بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھا گیا، مگر ایک کامیاب انسان کسی منزل پر ٹھہرنا بھول جاتا ہے۔ اپنے استاذ گرامی سید الشعرا حضرت سید محمد نور الحسن نور نوابی عزیزی کی اصلاحی راہوں پر مسلسل آگے بڑھ رہے ہیں۔ ہمیں امید ہی نہیں بلکہ یقین ہے، اربابِ علم و دانش کی محفلوں میں اسے بھی بھر پور مقبولیت حاصل ہوگی۔

شاعر محترم سلسلۂ روحانیت میں پیکر عزم و استقامت، رئیس التارکین، مجاہد ملت حضرت علامہ شاہ محمد حبیب الرحمٰن عباسی قادری

استاذ جامعہ اشرفیہ

قدس سرہٗ [م:6 جمادی الاولیٰ 1410ھ/13 مارچ 1981ء] کے وفادار مرید ہیں۔ ایک مرید صادق کو جس طرح اپنے شیخ طریقت سے شیفتگی ہونا چاہیے، آپ بھی اسی وارفتگی سے بھرپور سرشار رہتے ہیں۔ حضرت قاری اخلاق احمد نے 7/ اگست 2021ء کو عشا کے بعد فرمایا کہ قاضی پور شریف فتح پور کی خانقاہ عالیہ نوابیہ عزیزیہ کے سجادہ نشیں حضرت سید شاہ نواب علی شاہ نقش بندی عزیزی قدس سرہٗ سے حضور مجاہد ملت کو بڑی محبت تھی۔ اس ضمن میں آپ نے ایک واقعہ سنایا کہ کولکاتا میں ایک عظیم الشان کانفرنس تھی، اس میں سرکار مفتیِ اعظم ہند بریلی شریف، حضور مجاہدِ ملت اڑیسوی اور حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی وغیرہ علما اور مشائخ مدعو تھے۔ بڑے شہروں میں بڑی کانفرنسوں کا جو اہتمام ہوتا ہے، اس سے ہم سب واقف ہیں۔ حسنِ اتفاق، قاضی پور شریف کی خانقاہ عالیہ کے سجادہ نشیں شمس العارفین حضرت الحاج سید نواب علی شاہ حسنی عزیزی قدس سرہٗ بھی کولکاتا میں جلوہ گر تھے۔ آپ نے اپنے مریدین سے فرمایا، آج ماشاء اللہ بڑے بڑے مشائخ اور خطبا تشریف لا رہے ہیں، آج کانفرنس میں شریک ہونا چاہیے۔ آپ کی یہ پیاری بات سن کر تمام موجود حضرات نے جی حضور کہہ کر بڑے ادب سے مسرتوں کا اظہار کیا خوشی۔ حضرت شمس العارفین جب کانفرنس میں جانے کی تیاری میں تھے تو آپ نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ہمارے جانے کی اطلاع کسی کو نہیں ہونی چاہیے۔ یہ تمام حضرات کانفرنس میں پہنچے۔ اپنی آرزو کے مطابق حضرت شیخ سید نواب علی شاہ عزیزی چشتی دامت برکاتہم القدسیہ خاموشی سے اسٹیج کے عقبی حصہ میں جلوہ گر ہو گئے۔ عین اسی وقت حضور مجاہد ملت قدس سرہٗ نے آپ کی زیارت فرمائی اور ادب سے کھڑے ہو گئے، آپ اسے کچھ بھی کہیں مگر احقر مبارک حسین مصباحی عفی عنہ تو اسے دونوں بزرگوں کی زندہ کرامت ہی سمجھتا ہے۔ حضرت مجاہد ملت نے فرمایا: حضرت سید صاحب! آپ کی جگہ وہ نہیں بلکہ یہاں آگے ہے۔ حضرت مجاہد ملت آگے بلانے کے لیے منت و سماجت فرما رہے ہیں اور سید والا مسلسل عجز و انکساری کا اظہار کر رہے ہیں۔ جب قاضی پور شریف کے سجادہ نشیں نہیں تشریف لائے تو حضرت مجاہد ملت نے فرمایا: اب حضرت سید صاحب: ہم سب لوگ آپ کے پیچھے آجاتے ہیں۔ یہ کرامت آثار جملہ سننے کے بعد پورا اسٹیج حضرت سید والا سے عرض کرنے لگا، حضور آگے تشریف لائیے۔

یہ بھی ہم سمجھ رہے ہیں کہ کتاب کے تبصرے کے ضمن میں اس واقعہ کی کیا ضرورت تھی، دراصل یہ کوئی عام واقعہ نہیں بلکہ عہد حاضر کے لیے مکمل درس عبرت ہے، **فاعتبروا یا اولی الأبصار**۔

ہمارے قاری اخلاق فتح پوری کا تعلق حضور مجاہد ملت نور اللہ مرقدہ سے بھی غلامانہ ہے اور خانقاہ عالیہ نوابیہ عزیزیہ قاضی پور فتح پور سے بھی عقیدت مندانہ۔ اس خانقاہ سے آپ کا تعلق ایک عام شیدائی کی طرح نہیں بلکہ قاضی پور شریف کے سادات کے دلوں کا چین ہیں۔ ہر علمی اور فکری معاملے میں خانقاہ کے دست و بازو بنے رہتے ہیں۔ آپ نے روحانی اکتساب کے جلو میں نعت شریف لکھنے اور پڑھنے کا فن بھی حاصل کیا ہے اور عشقِ رسول ﷺ کا سوز و گداز بھی۔ آپ نے اپنی اس کتاب کا "انتساب" بھی حسب ذیل رقم کیا ہے:

"شمس العارفین، بدر الکاملین، فخر السالکین محبوب المقربین عاشق سید محمد المرسلین حضرت الحاج صوفی سید نواب علی شاہ حسنی عزیزی ابوالعلائی چشتی قادری علیہ الرحمۃ والرضوان کے نام... قاری)

اخلاق فتح پوری۔"

اب ہم شاعرِ محترم کے سلسلۂ تلمذ کے تعلق سے عرض کرتے ہیں، آپ نے سب سے پہلے فتح پور ہسوہ کے معروف شاعر حضرت حبیب سرور کی بارگاہ میں زانوئے تلمذ تہ کیا۔ آپ نے ان استاذ سے بہت کچھ سیکھا۔ اکتسابِ علم و فن کی کوئی انتہا نہیں، قاضی پور شریف کے ساداتِ کرام کا فیضان ہوا اور خانقاہ عالیہ نوابیہ عزیزیہ میں آپ کی آمد و رفت شروع ہو گئی۔ صاحبِ سجادہ حضرت الحاج سید نواب علی شاہ عزیزی علیہ الرحمہ سے قریب ہوئے اور پھر آپ پہنچ گئے سید الشعرا حضرت سید محمد نور الحسن نور نوابی عزیزی دامت برکاتہم القدسیہ کی بافیض درس گاہ میں۔ وہ بلا شبہہ شعر و سخن میں یکتائے روزگار ہیں۔ آپ کی نگاہِ کرم ملی اور ایک چلتے ہوئے سکے کی آب و تاب بڑھ گئی۔ اور سلسلۂ فیض و اکتساب رکا نہیں بلکہ مسلسل آگے بڑھ رہا ہے۔ نعوت کی مختلف زمینوں میں حیرت انگیز نعتیں تراش رہے ہیں۔ آپ کی مقبولیت بھی بر صغیر کے اردو داں طبقوں میں مسلسل بڑھ رہی ہے۔ آپ کی شخصیت و شاعری پر باضابطہ لکھنے لکھانے کا دلکش سلسلہ بھی شروع ہو چکا ہے۔ شاہجہاں پور یوپی سے شائع ہونے والے "سہ ماہی کاوش، نعت نمبر" اپریل تا اگست 2017ء کا خصوصی شمارہ قاری اخلاق احمد فتح پوری کے حوالے سے شائع ہوا ہے۔ اس گوشے میں ایک درجن

گراں قدر مضامین و تاثرات ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب مدنی تاجدار کی اچھی پیاری نعتوں کے صدقے جہانِ اہلِ سنت میں آپ کی مقبولیت مسلسل بڑھتی رہے اور حمد و نعت کی خوشبوؤں سے زمانے کا دماغ معطر رہے۔

اب سرِ دست ہم ذیل میں آپ کے استاذ گرامی سید الشعرا حضرت سید محمد نور الحسن نور نوابی عزیزی کے مختصر تاثرات نقل کرتے ہیں، یہ آپ نے قاری صاحب کے اولین مجموعۂ نعت "محبتوں کے چراغ" کے لیے تحریر فرمائے۔

"محترم قاری اخلاق فتح پوری بہت اچھے انسان ہیں۔ ان کی آواز میں ایک جادو ہے جو سر چڑھ کر بولتا ہے۔ اسم بامسمیٰ ہیں۔ ان کے اخلاق کا گرویدہ خانقاہ کا ایک ایک شخص ہے۔ انھیں خانقاہ نوابیہ ابوالعلائیہ سے بے پناہ لگاؤ ہے، انھیں نعت رسول اکرم ﷺ کا دیوانگی کی حد تک شوق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بزرگانِ دین کی آنکھوں کا تارا ہیں، وہ مناقب نگاری میں بھی ایک منفرد حیثیت کے مالک ہیں۔ جب وہ کسی پروگرام میں نعت خوانی کرتے ہیں تو اہلِ بزم پر ایک وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ ماحول نور و انوار کی بارش سے نہا جاتا ہے۔ جب وہ نغمہ سرا ہوتے ہیں تو ان کے لبوں سے نہیں، بلکہ ان کے دل سے خوب صورت اشعار نکلتے ہیں اور اہل محفل کو عشق رسول ﷺ کی شراب بے مثال سے مست اور شاد کر دیتے ہیں۔" (محبتوں کے چراغ ص:5)

....اب ہم "ذوق مدحت" کی شناسائی کرانے والوں کی وادیِ نعت میں چند منٹ ٹھہر جاتے ہیں۔

"وفورِ شوق کا استعارہ ذوقِ مدحت": از قلم معجز رقم حضور سید محمد مجیب الحسن نوابی عزیزی ہماری پر شوق نگاہوں کو تسکین بخش رہی ہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ آپ خانقاہ عالیہ نوابیہ عزیزیہ کے فرد فرید ہیں۔ حساس قلم کار اور نازک خیال نعت نگار ہیں۔ آپ خاموش پرندوں کو فضاؤں میں اڑانے کا فن خوب جانتے ہیں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

"جناب قاری اخلاق فتح پوری کا کم و بیش 45 کلاموں پر محیط مجموعۂ نعت کا مسودہ راقم کے سامنے ہے، مجھے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ کلام اخلاق فتح پوری بلحاظ مقدار تہمت اندک و بسیار سے پاک اور بلحاظ معیار نفاست و زیبائی سے متصف ہے۔" (ص:5)

موصوف سید صاحب مزید رقم فرماتے ہیں:

"میرا ایمان ہے کہ جب تک اس گنبد زمردیں کے مکیں کی محبت بندے کے دل میں جاگزیں نہ ہو تب تک نعت کا ایک شعر تو کیا ایک حرف بھی معرض وجود میں نہ آسکے گا۔ اس اصول کی تقویت یابی کے لیے استاذ گرامی قدر حضرت سید محمد نور الحسن نور نوابی عزیزی کا ایک شعر یہاں نقل کرنا برمحل ہے۔

بغیر عشق نبی نعت ہو نہیں سکتی
قصیدہ ہوگا، غزل ہوگی، مرثیہ ہوگا

درج بالا شعر سے مکتسب ایک شعر "**ذوق مدحت**" میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

یہ کام صرف عاشق سرکار کا ہے کام
یہ سب کے بس کی بات نہیں کار نعت ہے

سچی بات یہی ہے کہ سچے عشق رسول کریم ﷺ کے بغیر نعتیں کہی تو جا سکتی ہیں مگر درد و سوز نہیں بھرا جا سکتا، حقیقی غلامی ہی نعتیہ سرداری کی مستحق ہوتی ہے، عام قبولیت اور پزیرائی کے لیے اخلاص کی خوشبو بہت ضروری ہے۔

حضرت سید موصوف نے مزید تحریر فرمایا ہے:

"قاری صاحب کی بیش تر نعوت کے مخاطب عوام ہیں، انھوں نے اپنے سامعین کے میلانِ طبع کا بھرپور خیال رکھا ہے۔"

یہ ایک سچائی ہے کہ اسٹیج پر بھرپور پزیرائی کے لیے، لفظوں کا بانکپن، جذبوں کی اٹھان، سہل الفاظ اور رواں دواں دلکش لہجہ ہونا ضروری ہے۔ دقیق الفاظ، فکری نکات اور معنیٰ آفرینیاں ہوں تو عام سامعین کے دماغوں اور دلوں میں اترنا مشکل ہوتا ہے۔ ہمارے قاری صاحب اسٹیج کے بڑے مقبول شاعر ہیں اس لیے انھیں شعر و سخن کی ان تمام نزاکتوں کو مدِ نظر رکھنا ہوتا ہے، جن سے کم پڑھے لکھے اور سادہ لوح عوام بھی مستفید ہو سکیں۔

دوسری اہم تحریر "**قاری اخلاق: نگار خانۂ نعت میں مقیم شاعر**" کے ادبی عنوان سے ہے۔ اسے رقم فرمایا ہے معروف شاعر اور قلم کار یاور وارثی عزیزی نوابی کان پوری نے۔ یہ تحریر بھی فکر انگیز اور معلومات افزا ہے۔ قارئین کو اس سے بھی استفادہ کرنا چاہیے۔

تیسری وقیع نگارش "**قاری اخلاق: ایک با ادب نعت کا قاری**" میں پروفیسر شائلہ صدف عزیزی پاکستان نے جواہرات فکر اور شاعرانہ زاویے رقم کیے ہیں جن کا مطالعہ کرنا ہر ذمہ دار قاری کے لیے ضروری ہے۔ محترمہ بڑی بلند ذوق ہیں، تقدیسی شاعری کے اسرار

و رموز سے بڑی حد تک آشنا ہیں خانوادۂ قاضی پور شریف کے سادات سے اکتسابِ فیض کرتی ہیں، مقبول شاعرہ، نازک خیال ادیبہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں اپنے حبیب مصطفےٰ جانِ رحمت ﷺ کا سچا عشق عطا فرمائے اور بارگاہِ رسول ﷺ میں مقبولیت کی سرفرازی بھی۔

حضرت مولانا طفیل احمد مصباحی دام ظلہ العالی اچھے قلم کار اور سنجیدہ شاعر ہیں آپ برسوں تک ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور کے نائب مدیر رہے، ماشاءاللہ اچھے سے اچھے کی تلاش میں مسلسل سرگرداں رہتے ہیں۔ آپ نے اس کتاب پر **"قاری اخلاق احمد فتح پوری اپنے فکر و فن کے آئینے میں"** فنی نکات سے بھرپور نگارش سپردِ قلم کی ہے۔ حضرت قاری اخلاق احمد مدظلہ العالی نے **"اعترافِ حقیقت"** کے عنوان سے دل کی باتیں خوب صورت لب و لہجے میں سینۂ قرطاس پر اتاری ہیں۔

مقامِ مسرت یہ ہے حضرت شاعر محترم کی لختِ جگر زیبا فاطمہ عزیزی نے **"میرے ابو کا ذوقِ مدحت"** میں عقیدت و محبت کے خوب پھول کھلائے ہیں۔ نام دیکھتے ہی مشامِ جاں معطر ہو گئی۔ ذیل میں چند سطریں انھیں کے قلم سے پڑھیے۔

"نعت کہنا سنتِ پروردگار ہے اور نعت سننا سنتِ محبوبِ کردگار ہے، بایں معنی نعت کا مقام و مرتبہ شروع سے ہی بہت بلند و بالا اور برتر ہے، نعت گوئی اور نعت خوانی بڑی سعادت مندی کی بات ہے، حضور ﷺ صحابۂ کرام کو جمع کر کے نعت پاک سماعت فرمایا کرتے تھے، خلفائے راشدین کے علاوہ حضرت حسان بن ثابت، کعب بن زہیر، کعب بن مالک، عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابۂ کرام بالخصوص مدح رسول کے لیے ممتاز تھے ان کے کہے ہوئے نعتیہ اشعار تاریخ کے صفحات میں مرقوم و محفوظ ہیں۔ صحابۂ کرام کے بعد ہر آنے والے دور کے لوگ نعت رسول سے اپنی قسمت چمکاتے رہے۔ اور نعت رسول کا یہ سلسلہ عربی اور فارسی سے ہوتے ہوئے اردو زبان تک پہنچا اور اردو میں خوب نعتیہ شاعری ہوئی اور ہو رہی ہے۔ میری خوش نصیبی ہے کہ میرے والد محترم کا نام بھی نعت گو شعرا میں شامل ہے، اللہ کا فضل خاص ہے کہ جب انہوں نے اپنا قلم اٹھایا تو کسی دنیادار کی تعریف نہیں کی بلکہ مختار کائنات، فخر موجودات، سید الکونین، نائب رب العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف و توصیف کی، اور ایسا کیوں نہ ہو، کہ جب آپ کا مداح خود خالق کائنات ہے تو مخلوق کیوں نہ ان کی مدح خواں ہو۔" (ص:۴۰)

اب ذیل میں ہم عشق و وارفتگی سے لبریز چند اشعار نقل کرتے ہیں۔ حمدِ پاک میں عرض کرتے ہیں۔

سارے داتاؤں کے دروازوں پہ تالے لگ جائیں
ہو کرم بار نہ اک پل کو جو دربارِ خدا
میں حسینی ہوں مرے سامنے رہتے ہیں حسین
مجھ سے پوچھو کسے کہتے ہیں پرستارِ خدا
جان و دل ہوش و خرد نے بھی ہے مانا اخلاقؔ
صرف الفاظ سے ہوتا نہیں اقرارِ خدا

ان تینوں اشعار کی معنویت پر اگر گفتگو کی جائے تو ایک دبستانِ توحید بن جائے، ان میں لفظوں کے انتخاب اور شاعرانہ انداز ملاحظہ فرمائیں۔ عبد و معبود اور خالق و مخلوق کے نازک رشتوں کو کس خوب صورتی کے ساتھ اشعار کے قالب میں ڈھالا ہے۔

اب ہم ذیل میں "مناجات" کے دو شعر نقل کرتے ہیں۔

اپنی رحمت سے میرے بچوں کی
زندگی کو سنبھال دے یارب
کام اخلاق سے تو وہ لینا
جس کی دنیا مثال دے یارب

اب آپ غور فرمائیں، مناجات در اصل بارگاہِ رب العالمین میں عرض مدعا کرنا ہے، آپ نے رب العالمین کی بارگاہ میں اپنے بچوں کی زندگی سنبھالنے کی دعا کی ہے۔ یہ کوئی معمولی دعا نہیں ہے۔ ہم بھی دعا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کے اور ہم سب کے بچوں ی زندگی سنبھال دے۔ دوسرے شعر میں آپ نے مبہم مناجات کی ہے مگر جو بھی ہو زمانے کے لیے ایک مثال رہے۔ اور یہ کوئی معمولی دعا نہیں ہے، بلکہ بڑی اہم آرزو ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی آرزو کی تکمیل فرمائے آمین۔

اب ہم چند نعتیہ اشعار نقل کرتے ہیں۔

محوِ ثنا خدا بھی ہے سارے فرشتے بھی
کافر ہی ہوگا وہ جسے انکارِ نعت ہے

بلاشبہہ محبوبِ خدا، جانِ رحمت ﷺ وجہِ کائنات ہیں، اللہ تعالیٰ اگر آپ کو پیدا نہیں فرماتا تو دنیا و آخرت میں کچھ نہیں ہوتا۔ ایمان در اصل اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب مکرم ﷺ سے سچی عقیدت و محبت کے پر سرور ماحول میں دل سے کلمۂ طیبہ پڑھنے کا نام ہے۔ ہر عاشقِ رسول نثر یا نظم میں نعتِ رسول ﷺ پڑھتا ہے اور جو انکار کرتا ہے، وہ یقیناً کافر ہے، اسی مفہوم کو

ہمارے شاعر نے اپنے شعر میں کہا ہے۔ ایمان و کفر کی بڑی نازک بحث ہے، سردست اس پر گفتگو کرنا غیر مناسب معلوم ہوتا ہے۔

اب یہ شعر ملاحظہ فرمائیے۔

اے حلیمہ کس بلندی پر ترا اقبال ہے
نعمتِ کونین کا محور ترا گھر ہو گیا

حضرت دائی حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہ خوش نصیب خاتون ہیں جنھیں سب سے زیادہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دودھ پلانے کا شرف حاصل ہوا۔ شیر خوارگی کے عالم میں بہت سے معجزات بھی آپ نے ملاحظہ فرمائے۔

نعت سرورِ کائنات بڑی اہم سعادت ہے، آپ عرض کرتے ہیں۔

نعت گویانِ سرورِ دیں میں
کاش میرا بھی نام ہو جائے

مزید عرض کرتے ہیں۔

جو فنا ہو نبی کی الفت میں
اس کو حاصل دوام ہوتا ہے
الٰہی کم نہ ہو جذبہ کبھی بھی نعت گوئی کا
قیامت تک یوں ہی قائم رہے وابستگی اپنی

مدینہ شریف کے فضائل و مناقب میں ذیل کے اشعار دیکھیے۔

رکھا گیا ہے گنبدِ خضرا کی شکل میں
عالم کا شاہکار مدینہ شریف میں
جس پر بہارِ خلد کی رعنائیاں نثار
ایسی ملی بہار مدینہ شریف میں
زیارت کی ہوئی معراج حاصل
مدینہ آج میرے روبرو ہے

مزید چند اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

جس کے در پر ہے بھیڑ شاہوں کی
میرے سرکار کا گدا ہوگا

بقول سید محمد مجیب الحسن نوابی عزیزی یہ شعر پڑھ کر مجھے استاذ محترم سید الشعرا کا شعر یاد آ گیا۔

وہ گدا دینے لگا ہے تاجداروں کو زکاۃ
مہرباں جس پر مرے آقا کی گلیاں ہو گئیں

مدنی تاج دار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کسی چھوٹے بڑے کا کوئی امتیاز نہیں، شاہ ہو یا گدا، وہاں تو دل کی آرزوؤں پر فیصلے ہوتے ہیں۔ ایک بھکاری بھی اگر ان کے دربار کا گدا ہو گیا تو واقعی سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیض سے زمانے کو بھیک تقسیم کرتا ہے اور ان کے در پر جس شہنشاہ کو آپ کے دربار سے دھتکار دیا گیا تو دنیا اور آخرت میں ذلت و رسوائی کی آخری منزل پر پہنچ جاتا ہے۔

اب یہ اشعار بھی دیکھیے۔

سکونِ قلب حاصل ہی نہ ہوتا تھا کسی صورت
نبی کے نام ہم نے وقف کر دی زندگی اپنی

دنیا میں راحت و سکون کی بس ایک ہی راہ ہے کہ ایک بندۂ مومن اپنی زندگی کی سوغات اپنے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام وقف کر دے، ظاہری پریشانیاں بھی اس کے سکون قلب کا سامان کرنے لگتی ہیں۔

زبانِ اشک سے کہہ لوں گا داستاں دل کی
لبوں سے ہوگا وہاں پر بیانِ حال نہیں
کہاں کہاں نہیں روشن ہدایتوں کے چراغ
کہاں کہاں مرے آقا تمھاری آل نہیں

"ذوقِ مدحت" یقیناً نعوت کا انتہائی دیدہ زیب مرقعِ جمیل ہے۔ ان اشعار میں صرف لفظوں کی بازیگری نہیں بلکہ عشقِ حقیقی کا سوز و ساز ہے، معنویت کا بحرِ ذخار ہے، سادہ لفظوں کو آپ نے بڑی خوب صورتی سے برتا ہے۔ نعت لکھنا یقیناً تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف ہے، اگر شاعر ذرا آگے بڑھا تو الوہیت کی منزل ہے، اور نیچے آتا ہے تو تنقیص و توہین ہے اور دونوں ہی مقام پر شاعر اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

ہم حد درجہ مبارک باد پیش کرتے ہیں شاعر اہلِ سنت حضرت قاری اخلاق احمد فتح پوری کی بارگاہ میں کہ آپ ایک باکمال اور اچھے شاعر ہیں مگر ایک اچھے شاعر کی کوئی آخری منزل نہیں ہوتی، آپ اسی طرح مسلسل نور کے ساغر کے جام پیتے رہیں اور آگے بڑھتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خانقاہ ابو العلائیہ نوابیہ عزیزیہ کا مسلسل فیض ملتا رہے۔ بڑوں کی صحبتیں بھی انسان کو بڑا بنا دیتی ہیں۔

"ذوق مدحت" کے صفحات 124 ہیں، کاغذ اور طباعت اعلیٰ اور قیمت 150 روپے ہے۔

دعا ہے مولا تعالیٰ "ذوق مدحت" کو قبول فرمائے اور اس کے صدقے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بھیک عطا فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبک سید المرسلین علیہ الصلاۃ والتسلیم۔ ☆☆☆

نقد و نظر

برصغیر ہند کے چند ممتاز مشائخ چشت

تبصرہ نگار: محمد اعظم مصباحی

نام کتاب:	برصغیر ہند کے چند ممتاز مشائخ چشت
تالیف:	حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی
ضخامت:	128
سنہ اشاعت:	ربیع الاول 1442/اکتوبر 2020ء
ناشر:	بیت الحکمت، گھوسی

مورخ اسلام حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی دام ظلہ العالی کی علمی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ کا شمار ان نابغۂ روزگار شخصیتوں میں ہوتا ہے جن کے فضل و کمال، علم و عمل، زہد و عبادت، وسعتِ مطالعہ، علمی مذاق، تبحر علمی اور تواضع و انکساری کا ایک عالم معترف ہے۔ آپ ایک بہترین قلم کار، ممتاز محقق، صاحبِ طرز انشا پرداز، مشہور تذکرہ نگار، زبردست ادیب، اور ماہر استاذ کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔ جامعہ شمس العلوم گھوسی میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں اور فی الحال جامعہ شمس العلوم گھوسی کے شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہیں۔ مطالعہ اور کتب بینی سے کافی شغف رکھتے ہیں، فرصت کے اوقات کو تحقیق وتتبع، تصنیف و تالیف، ترتیب و تدوین، مقالہ نگاری اور کتابوں کی ورق گردانی میں صرف کرتے ہیں۔ آپ کے سیالِ قلم سے تحقیقی و تاریخی، علمی و دینی، ساجی و تمدنی اور فکری مضامین پر مشتمل کئی اہم اور نایاب کتابیں منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو چکی ہیں۔ کئی ایک نادر مخطوطات کی تحقیق و ترجمہ بھی فرمایا ہے۔

انھیں میں زیر تبصرہ کتاب ”برصغیر ہند کے چند ممتاز مشائخ چشت“ بھی ایک ہے۔ اس کتاب میں حضرت مورخ اسلام نے برصغیر ہند کے دس اکابر مشائخ چشت، حضرت سید محمد صغریٰ بلگرامی، حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی، حضرت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی، حضرت شیخ زین الدین شیرازی، حضرت شیخ نور الحق قطبِ عالم، حضرت شیخ احمد عبدالحق نوشہ ردولوی، حضرت شاہ کلیم اللہ شاہ جہان آبادی، حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی، حضرت شاہ نور محمد مہاروی اور حضرت سید محمد علی حسین اشرفی کچھوچھوی رحمہم اللہ تعالیٰ کے احوال زیست، خدمات و کمالات اور ملفوظات و ارشادات کو حیطۂ تحریر میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ کتاب کے کل صفحات 128 ہیں۔ پیشِ گفتار کے تحت حضرت مولف نے احوال واقعی، کتاب لکھنے کا داعیہ تحریر کیا ہے۔ ساتھ ہی اپنے ان احباب کا شکریہ بھی ادا کیا ہے جو اس علمی کام کی تالیف میں شریک کار رہے اور اپنے مالی تعاون سے اس کتاب کی اشاعت فرمائی۔

حضرت اشرفی میاں قدس سرہ کا سلسلہ اشرفیہ کے احیا اور تبلیغ میں بہت اہم کردار رہا، مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد آپ کے جانشینوں نے اس کے فروغ میں اپنی کوششیں فرمائیں پھر تیرہویں صدی ہجری میں حضور اشرفی میاں نے اس کی نشاۃ ثانیہ کر کے اس سلسلہ کو عروج بخشا۔

ڈاکٹر عاصم اعظمی اس کے بعد رقم طراز ہیں:

”اس سلسلے کی اشاعت دنیا کے مختلف ممالک میں بھی ہو رہی ہے، یہ سب کچھ اس نابغۂ روزگار شخصیت کا کارنامہ ہے جسے آج دنیا اعلیٰ حضرت شیخ المشائخ اشرفی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے نام سے یاد کرتی ہے۔“ (ص:115)

کتاب میں ان دس بزرگوں کے احوال و واقعات، سلاسلِ نسب، تعلیم و تربیت، بیعت و خلافت اور دائرہ کار و خدمات کا خاص طور پر ذکر ہے، ویسے تو پوری کتاب لائقِ مطالعہ ہے، ذاتی طور پر مجھے حضرت شیخ المشائخ اشرفی میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تذکرہ بہت پسند آیا۔

کتاب کا سائز، درمیانی، ٹائٹل دیدہ زیب ہے، اندازِ تحریر نہایت شگفتہ، پیرایۂ بیان عمدہ اور کتاب میں تسلسل و روانی ایسی ہے کہ اپنے قارئین کو مطالعہ پر مجبور کرتی ہے۔ کتاب میں حوالوں کا باضابطہ التزام نہیں، اگر حوالوں کی رعایت بھرپور ہوتی تو کتاب کے پایۂ استناد کو مزید تقویت ملتی۔ ویسے پروف ریڈنگ میں بڑی محنت کی گئی ہے، پروف کی غلطیاں نہیں کے برابر ہیں۔

منقبت در شان

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمہ

از: سلمان رضا فریدی، مسقط

کیسے ہو پائے رقم جاہ و جلالِ اشرف
جلوۂ حسنِ محمد ہے جمالِ اشرف

منکشف ان پہ ہیں اسرارِ علومِ حیدر
بیکراں کیوں نہ ہو پھر بحرِ کمالِ اشرف

ان کی جرأت سے ہوئے وقت کے خیبر مغلوب
شیرِ یزداں کا تصرف ہے بحالِ اشرف

ہے گلِ ذات میں شادابیِ باغِ تطہیر
حشر تک کتنی خوش اقبال ہے فالِ اشرف

ہم سمجھ پائیں گے کیا ان کے قدم کی عظمت
جب کمالوں کا خزینہ ہیں نعالِ اشرف

سیر نائب بھی ہیں خیرٌ لک من اولیٰ سے
فیضِ آقا سے ہے رفعت پہ مآلِ اشرف

فہم و ادراک کی کھل جاتی ہیں گرہیں جس سے
ہے وہ پیمانۂ فن جامِ سفالِ اشرف

اشرفی نیر میں ہے اُن کے قدم کی برکت
زمزمِ ہند ہے یہ آبِ زلالِ اشرف

ان سے نسبت ہے حقیقت میں نبی سے نسبت
ہے ہمارے لیے معراج وصالِ اشرف

مانگنے والے وہاں حسبِ طلب پاتے ہیں
مثلِ دریا ہے رواں جود و نوالِ اشرف

بزمِ ہستی میں ہے کردار یگانہ ان کا
چشمِ افلاک نے دیکھی نہ مثالِ اشرف

ان کا کردار ہے آفاقِ بقا پر روشن
گردشِ وقت سے ہوگا نہ زوالِ اشرف

جس کی خوشبو سے معطر ہے مشامِ عالم
حشر تک پھولے پھلے باغِ عیالِ اشرف

یا خدا اس کی تجلی کو سلامت رکھنا
مشعلِ بزمِ کمالات ہے آلِ اشرف

کہکشاں چرخِ تخیل پہ چمک اٹھتی ہے
جب بھی آتا ہے فریدی کو خیالِ اشرف

صدائے بازگشت

وہ آ گیا جس کا انتظار تھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین... الحمدللہ علی احسانہ،عالم اسلام میں قافلہ محافظین ختم نبوت اور ناموسِ رسالت کے حدی خواں، امیر المجاھدین حضرت علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں ماہ نامہ مجلہ الخاتم انٹرنیشنل کا عظیم وضخیم "امیر المجاھدین نمبر" طباعت کے آخری مراحل میں ہے،عالم اسلام کے ممتاز اہل علم وقلم نے اس نمبر میں خاص دل چسپی لی اور فقیر کو اپنی نگارشات عنایت فرمائیں،ان سب کا دل سے شکریہ ادا کرنا میرے فرائض میں سے ہے، یقیناً آپ کی گراں قدر نگارشات، پیغامات/مضامین ومقالات اور منظومات اس نمبر کی زیب و زینت میں اضافے کا باعث بنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل آپ سب کے علم وقلم میں مزید جولانیاں، روانیاں، فراوانیاں اور تابانیاں عطا فرمائے اور آپ سب کو ہمیشہ شاد وآباد اور بامراد رکھے آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

سردست بیرونی دنیا کے احباب کی ضیافت طبع کے لئے اس کی پی ڈی ایف فائل پیش کی جاتی ہے، گر قبول افتد زہے عز وشرف۔ یہ صرف آپ کے ذاتی ریکارڈ کے لئے ہے۔ فی الحال اسے سوشل میڈیا پر عام نہ فرمائیں۔ اسے مطالعہ فرمائیں اور اپنی گراں قدر آراء سے آگاہ فرمائیں تاکہ اسلاف شناسی اور قرطاس وقلم کا سفر جاری وساری رہے اور خوب سے خوب تر کی کاوش بھی جاری رہے، ماشاءاللہ، آپ سب آسمان علم وقلم کے نہایت روشن ستارے ہیں اور ہمیں پیارے ہیں۔ آپ جس موضوع پر بھی قلم اٹھاتے ہیں تو فتوحات کے جھنڈے گاڑھتے ہیں امید واثق ہے کہ آپ آئندہ بھی علمی وقلمی محاذ پر فقیر کی سرپرستی فرمائیں گے، جب آواز دی تو آپ ضرور آئیں گے۔ آخر میں ایک بار پھر آپ کے علمی وقلمی تعاون پر دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ شکریہ جزاک اللہ خیرا کثیرا کثیرا کثیرا، شاد وآباد رہیں قدر داں میرے!.. یہاں مملکت خداداد پاکستان کے باذوق احباب اس کی پی ڈی ایف فائل کا تقاضانہ فرمائیں۔ اس کی قیمت 1600 روپے مقرر کی گئی ہے لیکن ختم نبوت اور ناموس رسالت کے مشن کے تحت پچاس فی صد رعایت قیمت پر آپ کو یہ نمبر دستیاب ہوسکے گا۔ اس کے حصول کے لیے ہمارے ناظم اشاعت مولانا محمد احمد رضا نقشبندی صاحب ہیں، ان کا رابطہ نمبر "03241145131". ہے، ان سے رابطہ باضابطہ فرمائیں اور اپنی کاپی بک کروالیں۔ بعد میں پھر یہ نہ کہنا کہ ہمیں خبر نہ ہوئی۔

یہ نمبر تحریک تحفظ ختم نبوت اور ناموس رسالت کے اس مرد جلیل کی داستان دعوت وعزیمت ہے، جس کی للکار سے آج بھی یہود ونصاریٰ، قادیانیوں اور ان کے حواریوں کے ایوانوں میں زلزلہ برپا ہے۔ آہ! جانے والے تجھے روئے گا زمانہ برسوں! اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ہمارے ممدوح قبلہ امیر المجاھدین کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور ان درجات بلند سے بلند فرمائے آمین ثم آمین۔ دعاگو ودعاجو

سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ
مدیر اعلیٰ الحقیقہ، ادارہ فروغ افکار رضا وختم نبوت اکیڈمی

جب بھی رابطہ ٹوٹتا ہے تو دل ٹوٹتا ہے

بملاحظہ گرامی مجی مخلصی مولانا مبارک حسین مصباحی صاحب زید مجدہ۔۔۔۔۔۔۔وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ سے رابطہ نہ ہونے کی وجہ سے میری تشویش میں برابر اضافہ ہوا جارہا تھا کہ آج آپ کے مرسلہ مکتوب گرامی نے حوصلہ دیا اور ڈھارس بندھوائی کہ الحمدللہ اب آپ روبہ صحت ہو رہے ہیں، یقین جانیں آپ سے جب بھی رابطہ ٹوٹتا ہے تو دل روٹھتا ہے۔ خدارا اپنی خیریت سے گاہے بگاہے آگاہ فرماتے رہا کریں۔ یہ جان کر خوشی ہوئی کہ فقیر کے بارے

میں آپ کا مضمون بھی کل 13/اگست تک پہنچ آئے گا۔ بہت شکریہ، بندہ منتظر رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل آپ کو صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے اور آپ کو ہمیشہ شاد وآباد اور با مراد رکھے آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔۔ والسلام مع الاکرام

سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ

مدیر اعلیٰ الحقیقہ، ادارہ فروغ افکار رضا وختم نبوت اکیڈمی

سہ ماہی مجلہ "ذوق" اٹک

بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین.

فقیر سراپا تقصیر نے 29 ذوالحجۃ 1442ھ/10 جولائی 2021ء کو اپنے محبین اہل علم وقلم کی خدمت میں ایک گشتی مراسلہ ارسال خدمت کیا تھا اور ان کی توجہ اس جانب مبذول کرائی تھی کہ مملکت خداداد پاکستان کے صوبہ پنجاب کے ضلع اٹک کی معروف علمی وادبی شخصیت پروفیسر سید نصرت بخاری نے اپنے سہ ماہی مجلہ "ذوق" اٹک کا ایک شمارہ مجھ ناچیز کے لئے مختص فرمایا ہے۔ آپ بھی اگر ممکن ہو سکے تو اپنے قیمتی وقت میں سے چند لمحات نکالیں اور اس خصوصی اشاعت کے لئے اپنے مضامین ومقالات/پیغامات اور منظومات لکھ کر کرم گستری فرمائیں۔ چنانچہ اس گشتی مراسلے کے نتیجے میں پاک وہند اور امریکہ سے ارباب علم ودانش نے اس میں دل چسپی لی اور اپنے مضامین ومقالات/پیغامات اور منظومات ارسال فرما کر میری عزت افزائی فرمائی ہے۔

آپ کی نگارش کے لئے سراپا منتظر ہوں، نظر التفات فرمائیں۔

والسلام مع الاکرام

سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ

مدیر اعلیٰ الحقیقہ، ادارہ فروغ افکار رضا وختم نبوت اکیڈمی

برھان شریف ضلع اٹک پنجاب پاکستان

بہت خوب کمال فرمادیا آپ نے

بملاحظہ گرامی محبی مخلصی علامہ مبارک حسین مصباحی صاحب زید مجدہ۔۔۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

دیر آید درست آید، ابھی ابھی نماز ظہر کے بعد اشرفیہ کے ایک عظیم نعت گو شاعر باکمال مہتاب پیامی صاحب زید مجدہ نے فقیر کے بارے میں آپ کا نہایت وقیع ورفیع مقالہ ارسال فرمایا ہے، ماشاء اللہ، آپ نے علالت اور کمزوری کے باوجود مجھ ناچیز ہیچ مدان کے حوالے سے قلم اٹھایا اور موضوع کا حق ادا فرما دیا ہے، سب سے پہلے آپ نے اس فقیر کا لفظی اور شخصی خاکہ کچھ اس انداز میں کھینچا کہ گویا فقیر کو قاری کے سامنے بٹھا دیا ہے، اور پھر فقیر کی کتاب "امام احمد رضا اور احترام سادات" سے لذت آشنائی کا سارا پس منظر بھی قاری کے سامنے رکھ دیا۔ اور پھر آپ نے نہایت ہی خوب صورت انداز میں الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے ترجمان ماہ نامہ "اشرفیہ" مبارک پور" سے فقیر کے قلمی روابط کو کچھ اس انداز میں قاری کے سامنے رکھا ہے کہ گویا پڑھنے والے کے سامنے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کی پر شکوہ عمارت موجود ہے، اس کی لائبریری میں ماہ نامہ اشرفیہ کی فائلیں کھلی ہوئی ہیں جس میں آپ فقیر کی شائع ہونے والی نگارشات کی نشان دہی فرما رہے ہیں، یہی نہیں بلکہ دفتر میں آئے ہوئے فقیر کے غیر مطبوعہ مضامین اور اپنے نام آئے ہوئے مکتوبات بھی دکھا رہے ہیں اور اپنی طرف سے ان مکتوبات کے جواب میں اپنے مرسلہ مکتوبات بھی دکھا رہے ہیں، مولانا مبارک حسین مصباحی صاحب زید مجدہ۔ بہت خوب، آپ نے کمال فرما دیا، ایسی ترتیب سے تو میرے پاس بھی ریکارڈ نہیں ہے۔ واللہ! آپ نے فقیر کے حوالے سے اپنی حسین یادیں ہمیشہ کے لیے محفوظ فرما دی ہیں، آپ نے ناچیز کے بارے میں نہایت بلند خیالات وجذبات کا اظہار فرمایا ہے، حالانکہ بندہ تو انتہائی گنہگار اور اللہ تعالی کی رحمت کا طلب گار ہے، بس آپ اس ناچیز کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھتے رہا کریں اور حضرت حافظ الملت رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں اس عاجز کا نیاز مندانہ سلام پیش فرماتے رہا کریں۔ فقیر کی بھی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل آپ کے علم وقلم میں مزید جولانیاں، روانیاں، فراوانیاں اور تابانیاں عطا فرمائے اور آپ کو ہم شاد وآباد اور با مراد رکھے آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔۔۔ والسلام مع الاکرام، گدائے کوئے مدینہ شریف

سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ

مدیر اعلیٰ الحقیقہ، ادارہ فروغ افکار رضا وختم نبوت اکیڈمی

برھان شریف ضلع اٹک پنجاب پاکستان

عالمی خبریں

عرسِ چہلم

ممتاز العلما علامہ ممتاز اشرف القادری

ارشاد احمد شیدؔا رضوی مبارک پوری، برطانیہ

ممتاز العلما حضرت علامہ ممتاز احمد اشرف القادری مبارک پوری نامور فاضلِ اشرفیہ تھے، علیہ الرحمہ عظیم داعی، بلند پایہ محقق، زبان و قلم کے ماہر اور پیکرِ اخلاص و وفا تھے، آپ کے داعیانہ اور خطیبانہ کردار کی ہر طرف مدح سرائی ہو رہی ہے۔ آپ نے ہند سے برطانیہ کے مختلف علاقوں میں درس و تدریس اور دعوت و تبلیغ کی گراں قدر خدمات انجام دیں۔ آپ نثر و نظم میں یکتائے روزگار تھے۔ مختلف موضوعات پر آپ کی علمی اور شعری کتابیں قدر داں حلقوں میں مقبول ہیں۔ ہم خاص طور پر تعزیت پیش کرتے ہیں محترم المقام بڑے فرزند ارجمند جناب مختار احمد علیگ مبارک پوری اور حضرت مولانا ارشاد احمد شیدا رضوی مبارک پوری برطانیہ اور دیگر اہلِ خانہ کی بارگاہوں میں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اور جماعت اہلِ سنت کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

ذیل میں پیش ہے عرسِ چہلم برطانیہ کی رپورٹ۔

از: مبارک حسین مصباحی غفرلہ

عالم ربانی و خطیب برطانیہ ممتاز العلما حضرت علامہ ممتاز احمد اشرف القادری مبارک پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بریڈ فورڈ ویسٹ یارکشائیر انگلینڈ کا عرس چہلم 23 مئی 2021 بروز اتوار بعد نماز ظہر حضرت مفتی قاضی حسن رضا کی عظیم درس گاہ المرکز الاسلامی بریڈ فورڈ میں بڑے ہی اہتمام اور روحانیت سے لبریز ماحول میں منایا گیا۔ اس روحانی محفل میں گلاسگو، مانچسٹر، بولٹن، بلیک برن، پرسٹن، ہیکمنڈ وائیک، راچڈیل اور بریڈ فورڈ وغیرہ برطانیہ کے دیگر شہروں کے مقتدر علمائے کرام مفتیان عظام، مشائخ و سادات کرام، قرا و نعت خواں حضرات ایک بڑی تعداد میں شریک ہوئے۔ اس موقع پر علمائے کرام نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حضرت علامہ ممتاز احمد اشرف القادری علیہ الرحمہ ایک عظیم عالم دین اور ادیب ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مفکر بھی تھے۔ آپ کا قلب ہمیشہ امت مسلمہ اور اصلاح معاشرہ کے لیے دھڑکتا رہتا تھا، عاجزی اور انکساری کے پیکر تھے۔ انھوں نے کہا کہ علامہ ممتاز احمد اشرف القادری کی وفات سے مسلم کمیونٹی ایک عظیم عالم دین اور سچے عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محروم ہوگئی ہے اور آپ کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے وہ صدیوں پر نہیں ہو سکتا مگر حضرت کی شاہکار تصانیف اسلام منزل بہ منزل، مشتبتین ظل رسول موسوم بہ دعوت فکر، پیام رحمت اور صبح حرم وغیرہ تا صبح قیام قیامت زندگی کی ہر نشیب و فراز اور وادی عمل میں رہبری کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

اس محفل کا ابتدائی آغاز 8 سالہ محمد اویس اشرف سلمہ نبیرہ حضرت علامہ ممتاز احمد اشرف القادری نے اپنے مخصوص انداز میں تلاوت قرآن مقدس سے کیا اور اس کے بعد آپ کے چھوٹے صاحب زادے نعیم اشرف اور آپ کے بھانجے محمد نعیم عزیزی اور علامہ قاری محمد رضوان نعیم امام و خطیب المرکز الاسلامی بریڈ فورڈ نے تلاوت قرآن پاک اور نعت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سامعین کرام کے قلوب کو مسحور و منور فرمایا۔ بعد ازاں جناب ارشاد احمد شیدؔا رضوی مبارکپوری یو کے جانشین حضرت علا ممتاز احمد اشرف القادری نے اپنے استقبالیہ خطبہ میں تمام شرکائے محفل کا حسب مراتب پر خلوص خیر مقدم کرتے ہوئے ہدیۂ تشکر پیش کیا اور حضرت موصوف علیہ الرحمہ کے محاسن و مکارم، اندرون ملک و بیرون ملک بالخصوص یورپ اور اپنے مستقل رہائشی وطن عزیز بریڈ فورڈ میں درس حدیث و قرآن، اور اشاعت تبلیغ دین متین، ورلڈ اسلامک مشن کے حوالہ سے جو ناقابل فراموش خدمات قوم و ملت کے لیے انجام دیا ہے، پر اجمالی خاکہ پیش کیا اور علامہ موصوف علیہ الرحمہ کے معمولاتِ روز و شب، عبادت و ریاضت، تقویٰ و طہارت، حسن مروت و مودت پر بالاختصار روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ حضرت علامہ موصوف نہایت ہی حلیم و بردبار، خوددار اور شریعت مطہرہ کے پابند، دور حاضر کے حالات پر طائرانہ و مفکرانہ نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم ادیب و رطب السان شاعر، سچے عاشق رسول اور خداترس عابد شب گیر بھی تھے، فقہی مسائل اور احکام شرع کے نفاذ و عمل میں حالات و معاملات جس کسی سے ہوں یا جو بھی ہوں، گردش ایام لاکھ سر اٹھائے تو اٹھائے بادِ مخالف ہزار جتن کرے مگر کوئی سمجھوتا نہیں کیا اور تا دم آخر اسی پر قائم بھی رہے۔

مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی مانچسٹر، حضرت علامہ مفتی شمس الہدیٰ رضوی مصباحی، کنز الایمان، ہیکمنڈ وائک، حضرت علامہ فروغ القادری گلاسگو، حضرت علا مفتی قاضی حسن رضا بانی و پرنسپل المرکز الاسلامی بریڈ

فورڈ، ثانیِ بیکل حضرت علامہ قاری محمد اسماعیل مصباحی راچڈیل، حضرت علامہ مفتی نظام الدین بلیک برن، حضرت علامہ اقبال مصباحی بولٹن، حضرت علامہ حافظ و قاری خیر الدین خطیب و امام مسجد غوثیہ بلیک برن، مولانا محمد یونس مدرس مسجد نور الاسلام بولٹن، حضرت مولانا عمر حیات خطیب و امام مسجد غوثیہ ہڈر سفیلڈ ، قاری سیف اللہ لاہور ، مولانا محمد ابراہیم مدرس مدنی جامع مسجد ہیلی فکس ، حضرت مولانا محمد اشتیاق منیجر و استاذ المرکز الاسلامی بریڈ فورڈ، حضرت علامہ قاری محمد رضوان صدر المدرسین المرکز الاسلامی بریڈ فورڈ، حضرت علامہ مفتی محمد اسلم بندیالوی بریڈ فورڈ، حافظ محمد حیات نقشبندی بریڈ فورڈ، حضرت علامہ پیر سید ظہور شاہ صاحب سابق صدر سلطان باہو ٹرسٹ بریڈ فورڈ، الحاج ملک رحمت اعوان بریڈ فورڈ اور پیرو کاران حضرت علامہ ممتاز احمد اشرف القادری کا ایک جم غفیر بارگاہِ ممتاز العلما میں اپنی برستی ہوئی آنکھوں سے نذرانۂ عقیدت پیش کر رہا تھا۔

مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی فرماتے ہیں:

ایسے عظیم المرتب اور مقتدر علمائے کرام کا ایک ساتھ ممتاز العلما علامہ ممتاز احمد اشرف القادری مبارک پوری کے عرس چہلم میں جمع ہو جانا پڑے ہی اعزاز کی بات ہے اور یہ بہترین خراج عقیدت ہے۔ علامہ مختار احمد صاحب قبلہ کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ انھوں نے بڑی ہی خاموشی کے ساتھ دین متین کی خدمت انجام دی۔ انتہائی باوقار عالم، نہایت باصلاحیت مدرس، انتہائی عظیم صاحب مطالعہ حالات حاضرہ پر نظر رکھنے والے اور سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ وہ علمی نقاط کو عوامی زبان میں پیش کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے اور وہ دلائل کی زبان میں بات کرتے تھے۔ ان کا انداز خطاب نہ جذباتی تھا نہ غیر ضروری تھا، نہ واقعاتی تھا، وہ دلائل بولتے تھے اور محفل میں چھا جاتے تھے۔ یہ ان کی بہت بڑی خصوصیت تھی اور یہ ان کا علمی طرزِ عمل تھا۔

علامہ ممتاز صاحب قبلہ نے برطانیہ میں پچاس سال سے زیادہ قیام فرمایا ہے یہ اس وقت یہاں تشریف لائے جب یہاں نہ درس گاہیں تھیں، نہ مساجد تھیں، لوگ یہاں گھروں میں نماز میں پڑھا کرتے تھے۔ خاموشی کے ساتھ انھوں نے ہمارے خواب کو مکمل کرنے کی کوشش کی ۔ یہاں اسلامک مشنری کالج کا قیام ہوا، اس زمانے میں حضرت لیوٹن میں ہوا کرتے تھے یہ سمجھ کر کے کہ وہ ایک بہترین مدرس ہیں اس دور کے اشرفیہ کے فاضل ہیں جب وہاں نایاب ہیرے تراشے جاتے تھے، عظیم تر افراد پیدا ہوتے تھے، انھیں یہاں زحمت دی گئی، وہ تشریف لائے اور کم و بیش چار پانچ سال تک کالج میں پڑھایا۔ شاید ہی بریڈ فورڈ کا کوئی ایسا خاندان ہو جس کے بچے نے علامہ ممتاز صاحب قبلہ سے استفادہ نہ کیا ہو۔ ان کے خطابات سے پورے ملک کے لوگوں نے استفادہ کیا۔ ان کی خدمات آج بھی ہر جگہ محسوس کی جا سکتی ہیں۔

یہ وہ وقت تھا جب ایک ایک دن میں چار چار جلسے ہوا کرتے تھے اور لوگ علامہ کے خطابات سے محظوظ ہوتے تھے۔ بریڈ فورڈ کی زمین واقعی بہت سخت تھی۔ دوسروں سے یہ کہنا پڑتا تھا کہ

انھیں پتھروں پہ چل کر اگر آسکو تو آؤ
مرے گھر کے راستے میں کوئی کہکشاں نہیں ہے

قائد ملت اسلامی حضرت علامہ ارشد القادری جب یہاں تشریف لائے تو ملک میں بہار آگئی اور مخالف طبقوں نے یہ سوچا کہ اب ہماری موت ہے اور پھر پروپیگنڈy ہونے لگے، مناظروں کی مناظروں کی مجلسیں سجیں اور ان کے جواب میں تمام شہروں میں جلسے ہونے لگے، اور علام ممتاز احمد اشرف القادری مبارک پوری علیہ الرحمۃ والرضوان ہر جگہ موجود تھے۔ علامہ کا وجود اس لیے ضروری تھا کہ اگر کوئی بات ایسی کی جائے جس کا جواب علما سے نہ بن پڑے تو ان سے حاصل کیا جائے۔ ان کا سب سے بڑا احسان اسلامک مشنری کالج میں ان کا قیام تھا اور ان کے زمانے میں بہت سی علمی شخصیتیں آئیں، حضور قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی، علامہ عبد الستار خان نیازی اور پروفیسر حضرت شاہ فرید الحق، پیر کرم شاہ ازہری جو سب سے پہلے یہاں تشریف لائے مشن کی دعوت پر۔ یہ ساری شخصیتیں یہاں تشریف لائیں اور مولانا ممتاز صاحب کو ہر ایک کی میزبانی کا شرف حاصل ہے۔ اب یہ شخصیتیں ہمارے سامنے نہیں ہیں تو ان کے دیکھنے والوں کی نظر لوگ دیکھ رہے ہیں، ان کے دیکھنے والوں کو دیکھنے کی تمنا کر رہے ہیں لوگ۔

الحمد للہ اپنے ملک میں انھیں کوئی کمی نہیں تھی۔ 74 تا 79 علامہ ممتاز نے اپنے ہاتھوں کھانا پکایا ہے، علامہ ممتاز اگر ہندوستان میں ہوتے تو بھی ممتاز ہوتے، درس گاہوں کی جان رہتے وہ، اداروں کی آبرو رہتے وہ لیکن اس خیال سے کہ مشن کامیاب ہو، ہمارے بزرگوں کے خواب پورے ہوں، انھوں نے زحمتیں اٹھائیں، پورا بریڈ فورڈ اس بات کا گواہ ہے۔ یہ نوجوان (حاجی یونس) جو ریکارڈنگ کر رہے ہیں، سامعین میں جلوہ گر عظیم ہستیاں، حاجی ملک رحمت اعوان ، حاجی ملک فتح محمد وغیرہ صاحبان سب اس بات کے گواہ ہیں۔ میری خدمات ، علامہ ممتاز احمد اشرف القادری، علامہ ارشد القادری اور علامہ قاری محمد اسماعیل کا قیام کہ پورا برطانیہ آج اہل سنت کا مرکز ہے۔ پورے یورپ میں برطانیہ کو جو مقام حاصل ہے وہ انھیں کی دین ہے۔

علامہ ممتاز ایک عظیم فقیہ تھے مسائل پر ان کی گرفت تھی وہ ادراک رکھتے تھے فقہ حنفی کا اور دلائل کی زبان میں بات کرتے تھے۔ ایک عظیم شاعر تھے، وہ چاہتے تو شعرا کی دنیا میں اپنا مقام خود بناتے، ایک بہترین قلم کار مصنف تھے۔ آج وہ کالج میں ہمارے ساتھ نہیں ہیں لیکن ان کی خدمات ہمارے سامنے ہیں۔ یاد رہے بیج بونے والا خواہ موجود ہو یا نہ ہو، جب باغ لہلہائے گا، پھول کھلے گا تو اس کی یاد ضرور آئے گی۔

اسلامک مشنری کالج کے قیام پر ایک نہایت ہی قیمتی بورڈ بنایا گیا تھا جس میں انتہائی عظیم دانشور شامل تھے، ان میں جو مدرسین تھے وہ علامہ ممتاز احمد اشرف القادری، علامہ ارشد القادری، علامہ قاری محمد اسماعیل اور علامہ ابوالمحمود نشتر تھے اور میں بھی پڑھاتا تھا، آج جتنے ادارے اور مساجد اس زمین پر قائم ہیں

ان سب میں ان علما کے خون جگر شامل ہیں جو پہلے اس زمین پر تشریف لائے۔ انھیں علمائے سابقین و اولین کی خدمات سے آج پور برطانیہ اہل سنت والجماعت کا مرکز بنا ہوا ہے۔

مفتی شمس الہدیٰ صاحب دارالافتا کنز الایمان فرمانے لگے کہ علامہ ممتاز صاحب سے میرے بڑے ہی دیرینہ چالیس سالہ علمی اور سماجی روابط رہے ہیں۔ ایک عظیم دور اندیش مشیر اور مسائل پر عقابی اور بڑی ہی عمیق نظر رکھنے والے تھے۔ وہ جو مشورہ دیتے مسلک کے حوالہ سے، سماج و معاشرہ کے حوالہ سے خود اداروں کے حوالہ سے تو اس میں زبردست گہرائی اور گیرائی کے ساتھ ساتھ بڑا ہی منطقیانہ ہوتا تھا جو کئی خاص نتیجہ پر مرکوز ہوتا تھا۔

علامہ ممتاز شہر علم و فضل مبارک پور کے رہنے والے تھے جہاں اہل سنت وجماعت کی عظیم درس گاہ الجامعۃ الاشرفیہ جو صرف ہندو پاک میں نہیں بلکہ پورے برصغیر میں یہ ادارہ اور یہ شہر اپنی مثال آپ ہے۔ اور جلالۃ العلم ابوالفیض حضور حافظ ملت کی آغوش تربیت میں پروان چڑھنے والی ذات ممتاز العلماعلامہ ممتاز احمد اشرف القادری کی ذات ہے کہ حافظ ملت اہم اہم مواقع پر خاص مشکلات کی گھڑیوں میں انھیں بلاکر مشورہ کیا کرتے تھے۔ بزرگوں کی جب نظر انتخاب کسی پر پڑ جاتی ہے تو بظاہر ہم انھیں سمجھ نہیں پاتے کہ خوبیاں کیا کیا ہیں مگر کسی خاص موقع پر جب سابقہ پڑتا ہے تو پھر آنکھیں کھل جاتی ہیں اور اہمیت سر چڑھ کر بولنے لگتی ہے۔

حضرت علامہ مفتی نظام الدین نے کہا کہ علامہ ممتاز احمد اشرف القادری ایک بہترین شاعر اور امت مسلمہ کے احوال پر گہری اور عمیق نظر رکھنے والے مفکر نہایت ہی شفیق اور خلیق تھے اور وہ صرف ایک درس گاہ کے پڑھے ہوئے عالم ہی نہیں بلکہ بہت بڑے مفکر اور محقق عالم دین بھی تھے اور حضرت کا قلب مسلمانوں کے درد میں ہمیشہ دھڑکتا رہتا تھا۔ حلم و بردباری کے پیکر تھے۔ خلوص وانکساری اور میزبانی میں یکتا تھے۔

حضرت مولانا خیر الدین صاحب نے علما کی شان وعظمت بیان کرتے ہوئے فرمایا "وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ"۔ (القران سورۃ آل عمران، آیت 79) کہ علامہ ممتاز احمد اشرف القادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک عالم ربانی اور اللہ کے ولی تھے جنھوں نے طالب علمی کے زمانے سے لے کر ساری زندگی تادم آخر درس حدیث دیا۔ اور حدیث مبارکہ کے حوالہ سے فرمایا کہ چالیس حدیث سنانے والے کو کل بروز قیامت اللہ تعالیٰ فقہائے کرام کے گروہ میں اٹھائے گا تو بتاؤ حضرت علامہ نے تو ساری زندگی درس حدیث اور دین کی خدمت انجام دی ہے تو ان کی عظمت و شوکت کا کیا عالم ہوگا۔

مولانا اقبال صاحب بولٹن۔ بحوالہ حدیث مبارکہ "جنت چار شخصوں کی مشتاق رہتی ہے" اس حدیث مبارکہ کی روشنی میں فرمان رسول ﷺ سناتے ہوئے فرمایا کہ ممتاز احمد اشرف القادری ان تمام اوصاف حمیدہ کے حامل تھے جن کا ذکر اس حدیث مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے زہے نصیب کہ جنت آج حضرت کی مشتاق ہے۔ بعدہ انھوں نے علامہ کے نعتیہ مجموعہ کلام صبح حرم سے ایک نعت شریف سنائی۔

علامہ فروغ القادری گلاسگو نے فرمایا کہ جب کوئی مؤرخ بریڈ فورڈ کی علمی فکری تحریکی اور تنظیمی تاریخ لکھے گا تو یہ اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک ممتاز العلما حضرت علامہ ممتاز احمد اشرف القادری، رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری اور مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزماں کا تذکرہ نہ کیا جائے۔ یہ حضرات یہاں قافلۂ نور کے سالار بن کر تشریف لائے، ان حضرات نے اپنے عزم کی ٹھوکر سے تاریک راتوں کے مسافروں کے راستے کے پتھر کو چراغ راہ بنادیا۔ بلاشبہ وہ آج ہم میں موجود نہیں ہیں لیکن آج بھی جب میں اسلامک مشنری کالج اور صفۃ الاسلام میں گیا ہوں تو محسوس ہوتا ہے کہ رات کے اندھیروں میں اس خداترس بزرگ علامہ ممتاز احمد اشرف القادری کی آہِ سحر گاہی کے آثار اور ان کی برستی ہوئی آنکھوں کا آبشار وہاں کی جانماز پر اب بھی موجود ہے۔

علامہ عمر حیات نے اپنے تاثرات پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ پہلی بار بولٹن میں مفکرِ اسلام حضرت علامہ قمر الزماں کی معیت میں ممتاز العلما حضرت علامہ ممتاز احمد اشرف القادری کے ساتھ میری ایک طویل نشست رہی اور مجھے آپ کے علمی فیوض و برکات سے مستفیض ہونے کا موقع ملا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن سے معاشرکو خیر نصیب ہوتی ہے، علم کی دنیا میں ان کا مقام یہ ہے کہ تحریر وتقریر کے میدان میں نمایاں نظر آتے ہیں، تفسیر قرآن وبیان کے میدان میں ایک منفرد حیثیت کے مالک ہیں اور برطانیہ کی سرزمین میں ان کا شمار ان لوگوں میں ہے جو اولین وقت میں یہاں تشریف لائے تھے یعنی یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اسلام کا موٹروے اس سنگلاخ زمین پر بنایا ہے اور علامہ ابوالمحمود نشتر اور علامہ عبدالوہاب صدیقی ان اولین لوگوں میں آنے والی شخصیت علامہ ممتاز ہیں۔ یہ وہ دور تھا کہ دور دراز اور قرب و جوار کے شہروں میں تو کوئی میت کو غسل دینے والا تھا اور نہ جنازہ پڑھانے والا تھا۔ علامہ ممتاز اور ان کے رفیق علامہ نشتر بریڈ فورڈ سے دور دراز شہروں میں نماز جنازہ پڑھانے جایا کرتے تھے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے برطانیہ کی دھرتی پر اور بالخصوص بریڈفورڈ جیسے تمام شہروں میں اسلام کا چراغ اپنوں اور غیروں کے دلوں میں روشن کیا۔ ہمیں زندگی میں ان لوگوں کی قدر کرنی چاہیے مگر افسوس کہ ہم ایسا نہیں کرتے اور جب یہ دنیا سے گذر جاتے ہیں تب ہمیں ہوش آتا ہے۔

علامہ مفتی محمد اسلم بندیالوی بانی ومدرس جامعہ اسلامیہ رضویہ بریڈفورڈ فرماتے ہیں کہ حضرت علامہ ممتاز احمد اشرف القادری سے میرے تعلقات 1985ء سے ہیں اور کئی نشستوں میں حضرت کے ساتھ میں رہا ہوں اور ایک

مرتبہ تومیں جج پر بھی حضرت کے ساتھ تھا۔ حضرت کا طرۂ امتیاز یہ تھا کہ جس طرح حضرت کا نام نامی ممتاز تھا اسی طرح وہ کلمۂ حق کہنے میں بھی ممتاز تھے اور جب کہیں بھی کوئی معاملہ یا اجتماع چاہے چاند کا مسئلہ ہو، اوقات سحر وافطار کا مسئلہ یا عقائد اہل سنت الجماعت کے تحفظ پر کوئی فتنہ اٹھے تو انھوں نے کلمۂ حق ہمیشہ بلند کیا اور بلا لحاظِ منصب و مراتب شرکاے اجلاس جو حق تھا بے باکی سے کہہ دیا۔ یہاں بھی وہ اعلانِ حق کرنے میں ممتاز تھے۔ اور صلح کلی یا یاں یہ چلنے والی بات ہے، یہ بالکل ٹھیک ہے وغیرہ وغیرہ کے وہ سخت خلاف تھے اور باضابطہ بے خطر تردید کرتے تھے۔ مسلک حق اہل سنت والجماعت کی وہ صحیح ترجمانی کرتے تھے اور ایک بیباک ترجمان تھے۔

حضرت علامہ ممتاز صاحب قبلہ کے مزاج میں نہایت عجز وانکسار تھا اور اس کے ساتھ وہ دینی معاملات میں دینی امور پر بڑی شدت سے پابندی کے ساتھ عمل پیرا ہوتے تھے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ علامہ ممتاز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی پوری عمر کے اندر بالکل ہمارے اسلاف کا نمونہ پیش کیا ہے اور اس پر وہ تادم آخر قائم رہے۔ حضرت کے اندر دینی خدمات کا جذبہ بہت تھا خود ہمارے اس جامعہ اسلامیہ رضویہ جس کا افتتاح 1996 میں ہوا تھا اس افتتاحی پروگرام میں دیگر علماے کرام کی شرکت میں مہمان خصوصی قاری عطاء المصطفیٰ امجدی تھے اور صف اول میں مہمان خصوصی حضرت علامہ ممتاز احمد اشرف القادری۔ حضرت کے جذبہ ایثار اور خدمت قوم وملت کا یہ عالم تھا کہ جہاں جب بھی کوئی مسلک اہل سنت کی خدمت میں کوشاں نظر آتا حضرت اس کی تائید وتعاون میں کوئی کمی نہیں چھوڑتے تھے بہت ہی سچی لگن کے ساتھ مشفقانہ واکابرانہ تعاون فرماتے، پروردگار عالم حضرت کی جتنی بھی مساعی جمیلہ ہیں درس و تدریس اور تقریر وتبلیغ کے حوالہ سے قبول فرمائے اور مزار پاک کو بقعۂ نور بنائے۔ آمین بجاہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

علامہ قاری محمد اسماعیل مصباحی راچڈیل نے حضرت علامہ ممتاز احمد اشرف القادری کو خراج عقیدت کے بول خود علامہ ممتاز احمد کے نعتیہ کلام سے چند منتخبہ اشعار سے بڑے ہی والہانہ ترنم ریزی سے کچھ اس طرح پیش کیا کہ آواز کی سحر انگیزی، دل کو چھو جانے والا انداز ترنم اور بارگاہ شہنشاہِ مدینہ میں پر سوز کلام کی معنویت میں زبردست ہم آہنگی پیدا کر دیا۔ فرمایا کہ اس میں ان کا دردِ دل، ان کی محبت اور ان کی بے لوث عقیدت ہر ہر حرف سے عیاں ہوتی ہے۔

پیر سید ظہور شاہ صاحب قبلہ بریڈ فورڈ جو برطانیہ میں 1958 میں تشریف لائے تھے اور علامہ ممتاز احمد اشرف القادری کے بہت ہی پرانے معتمد ساتھی ہیں فرماتے ہیں کہ اس زمانے میں یہاں کوئی مسجد تھی نہ مدرسہ تھا، جنازہ تو جنازہ نماز عید پڑھانے والا کوئی نہیں تھا ہم چند ساتھی اس دیار غیر میں بس بے بسی اور لاچاری میں آنسوؤں کی سوغات ایک دوسرے کے ساتھ بانٹتے اور کسی ایک کو امام بنا کر بارگاہ رب العزت میں سجدۂ شکرانہ ادا کر لیتے تھے۔

علامہ ممتاز علیہ الرحمہ 1973 میں تشریف لائے تھے، برطانیہ خصوصًا بریڈ فورڈ کی زمین ایک سنگلاخ زمین تھی علم دین حقہ اور عقائد اہل سنت اور مسلک اعلیٰ حضرت سے تقریبًا بے بہرہ گیا۔ بد عقیدگی کا طلسماتی حملہ کافی زور پر تھا کہ ایسے میں علامہ ممتاز احمد اور ان کے معاصرین نے بریڈ فورڈ کی بنجر زمین میں اسلام کا بیج بو کر اسے سرسبز و شاداب کیا اس سیرابی چمنستان اسلام کا سہرہ علامہ ممتاز اور ان کے معاصرین کے سر جاتا ہے۔ بالخصوص بریڈ فورڈ کی سنگلاخ گیتی اور خار زار وادی میں دین کی حقانیت کے گل وگلزار کھلانے اور ملت کو صراطِ مستقیم پر لانے اور اپنے بزرگوں کے مشن کو کامیاب بنانے کا سہرہ علامہ ممتاز کے سر ہے۔ آج جو ہمارا بریڈ فورڈ علم دین متین کی لازوال نعمتوں سے معمور پورے یورپ کے لیے اہل سنت والجماعت کا مرکز بنا ہوا ہے اور جس گلشنِ علم وفن کی خوشبو سے ہم آج اپنی مشام جاں کو معطر کر رہے ہیں اس کا مالی اور معمار قوم وملت کا نام ممتاز العلما علامہ ممتاز احمد اشرف القادری علیہ الرحمۃ والرضوان ہے۔ دعا ہے رب قدیر اس چمنستان اشرف کو ہمیشہ سرسبز وشاداب رکھے اور ہمیں ان کی خدمات کو مزید آگے بڑھانے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

الحاج ملک رحمت اعوان نے خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ یہ ایک دن کی بات نہیں، ایک صدی کی بات ہے حضرت علامہ ممتاز احمد اشرف القادری، علامہ ارشد القادری اور مفکر اسلام حضرت علامہ قمرالزماں سے میرا بڑا ہی گہرا تعلق 1974 سے رہا ہے۔ خلوت وجلوت میں ہماری نشستیں ہوتی رہتی تھیں۔ اس وقت بریڈ فورڈ کے ایک عالم دین (معروف حسین شاہ) کا قول یوں نقل کرتے ہیں کہ پیر صاحب نے فرمایا ہماری جماعت اہل سنت والجماعت میں علامہ ممتاز کے پایہ کا عالم دین اس وقت کوئی نہیں ہے لیکن وہ کسی کا تعاون نہیں کرتے"۔ ملک رحمت صاحب نے کہا کہ میں اس بات کا شاہد ہوں اور علامہ ممتاز علیہ الرحمہ تعاون اس لیے نہیں کر رہے تھے کہ وہ زہر کو گل قند نہیں کہہ سکتے تھے کیوں کہ علامہ ممتاز احمد اشرف القادری شریعت مطہرہ پر سختی کے ساتھ پابند تھے اور شرعی فقہی مسائل میں کسی بھی حال میں کوئی سمجھوتا نہیں کرتے تھے۔ ملک صاحب نے اپنی بات کو سمیٹتے ہوئے کہا کہ علامہ ممتاز احمد اشرف القادری علیہ الرحمۃ والرضوان کی نشست وبرخواست میں رہنا میں اپنے لیے باعث فخر ونجات سمجھتا تھا۔

لاہور سے تشریف لائے ہوئی عظیم مہمان قاری سیف اللہ صاحب کی تلاوت قرآن اور قل شریف اور صلاۃ وسلام بہ بارگاہ سید الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر محفل اختتام پذیر ہوئی اور علام قمرالزماں اعظمی صاحب قبلہ نے تمام امت مسلمہ کے لیے دعائے خیر فرمائی۔

☆☆☆☆

ملّی خبریں

مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کے آستانے پر چادر پیش کی گئی
خانقاہ اشرفیہ لبیک یا رسول اللہ لبیک کی صداؤں سے گونج اٹھی

مبارک حسین مصباحی

خانقاہ کچھوچھہ مقدسہ میں تحفظِ ناموسِ رسالت پروگرام حکومتِ ہند مذہبی پیشواؤں سے متعلق بل پاس کرے۔ (سید معین میاں)

3 اگست 2021 کو خطیب اہل سنت حضرت علامہ سید جامی میاں کی کال آئی ، چند لمحوں کی خوش کن کی گفتگو کے بعد فرمایا، معین المشائخ حضرت سید معین میاں گفتگو فرمائیں گے، ہم نے انتہائی مسرت کے ساتھ سلام عرض کیا، خیریت دریافت کرنے کے بعد حضرت نے فرمایا "5 اگست 2021 کو صبح آپ کچھوچھہ مقدسہ تشریف لے آئیے، تحفظِ ناموسِ رسالت کے حوالے سے ایک مختصر پروگرام ہے۔ اس میں بطور خاص تارکِ سلطنت حضرت مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی قدس سرہٗ کی مقدس بارگاہ میں چادر پیش کی جائے گی۔ حضرت نے مزید فرمایا: اس میں حضرت مفتی محمد شفیق الرحمٰن عزیزی مفتیِ اعظم ہالینڈ، اور محترم الحاج سعید نوری بانی و صدر رضا اکیڈمی ممبئی بھی تشریف لا رہے ہیں، آپ نے مزید فرمایا، باقی قرب و جوار کے علمائے کرام رہیں گے۔

خیر، ہم پہنچے، شیخ طریقت حضرت سید معین میاں کو کال کی تو آپ نے فرمایا: آپ کہاں ہیں؟ ہم نے جواب دیا، بسکھاری سے نکل چکے ہیں، ہم نے دریافت کیا: اس وقت ہمیں کس خانقاہ میں حاضر ہونا ہے، فرمایا: جامی میاں کی خانقاہ میں ۔خیر ہم پہنچ گئے وہاں ماشاء اللہ متعدّد متعارف علما سے ملاقاتیں ہوئیں۔ چند منٹ ایک کمرے میں بیٹھے تھے کہ الحاج سعید نوری صاحب کا فرستادہ آ گیا کہ وہ یاد کر رہے ہیں۔ حضرت الحاج سعید نوری صاحب سے مصافحہ اور معانقہ ہوا اور دیگر حضرات سے بھی شرفِ نیاز حاصل کیا۔ ناشتہ آنے والا تھا۔ ہم اگرچہ ناشتے سے فارغ ہو کر گئے تھے، مگر حضرت سید جامی میاں نے زبردست ناشتہ کا اہتمام فرمایا تھا۔ ان حضرات کے اصرار پر چند لقمے ہم نے بھی لیے۔

اب حضرت سید جامی میاں اور حضرت سید معین میاں سے شرفِ نیاز حاصل ہوا۔ حضرت سید معین میاں نے فرمایا: ہم اپنی خانقاہ چلتے ہیں اور آپ حضرات بھی وہیں تشریف لائیے۔ ہم لوگ آپ کی خانقاہ میں چند منٹ کے بعد پہنچ گئے۔ قریب دس بجے پروگرام کا اہتمام ہوا۔ قرآن عظیم کی آواز گونجی اور ہر طرف سناٹا چھا گیا۔ نعت و منقبت کے بعد خطیب اہل سنت حضرت علامہ سید جامی میاں نے کلیدی خطاب فرمایا۔ آپ نے فرمایا: مسلمانوں کا کل سرمایہ عشقِ رسول ہے اور کسی بھی صورت میں ناموسِ رسالت پر حملہ برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ اب اس کے لیے ضرورت ہے کہ ملک میں ایسا قانون بنے جو مذہبی پیشواؤں کے گستاخوں کو سزا دلا سکے۔ حضرت سید جامی میاں نے پر جوش لب و لہجے میں عظمتِ رسول ﷺ کو بیان کرتے ہوئے چند عشق انگیز اشعار بھی پیش فرمائے۔

دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی کے نام ور استاذ حضرت مولانا کمال احمد علیمی کو مدعو کیا گیا۔ آپ نے اپنے خطاب میں فرمایا: جس طرح رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کی جا رہی ہے اس سے ملک کی جمہوریت کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ ہمارے ملک کا آئین کسی بھی طرح اس کی اجازت نہیں دیتا کہ کسی بھی مذہبی پیشوا کی شان میں گستاخی کی جائے۔ آپ نے خلیفۂ راشد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مقدس زندگی کو بطور مثال پیش فرمایا کہ آپ نے اپنی سادہ لوحی کے باوجود بیک وقت تین محاذ پر کام کیا، منکرینِ زکاۃ کے خلاف تلوار اٹھانا، جھوٹے مدعیانِ نبوت سے جنگ کرنا اور رسول پاک ﷺ کے روانہ کردہ لشکر کو واپس نہ کرنا۔ ان کارناموں سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ نبی آخر الزماں ﷺ کی امت میں ناموسِ رسالت کے تحفظ کے لیے سب سے آپ پہلے علم بردار امیر المومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

بفضلہٖ تعالیٰ سامعین میں سب علمائے کرام اور دین دار شخصیات تھیں، مفتیِ اعظم ہالینڈ حضرت مفتی محمد شفیق الرحمٰن عزیزی، حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی، ڈاکٹر انوار احمد خاں بغدادی، شاعر اسلام حضرت مولانا سلمان احمد فریدی مسقط عمان اور حضرت مولانا عباس رضوی وغیرہ۔

اب ہمیں مدعو کیا گیا، ہم نے عرض کیا، آج ہم ایک دینی اور روحانی شہنشاہ کے دربار میں ہیں، خانقاہ اشرفیہ کچھوچھہ میں دنیا کے گوشے گوشے سے مریض آتے ہیں اور شفایاب ہو کر واپس ہوتے ہیں۔ تحفظِ ناموس رسالت مآب ﷺ آپ کا مشن تھا، مشن ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ رہے گا۔ آپ نے دس برس تک سمنان کی سرزمین پر باضابطہ حکومت کی تھی، اس کے بعد آپ ہندوستان تشریف لائے۔ آپ نے کچھوچھہ مقدسہ کو اپنی آخری آرام گاہ بنایا، بلا شبہہ یہ روحانی مرکز ہے۔ حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی نسل

پاک رسول ﷺ کے چشم و چراغ ہیں۔ امام احمد رضا محدث بریلوی نے بڑی حق بیانی فرمائی ہے۔

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانہ نور کا

حضرت نے زندگی بھر اپنے فکر و عمل اور روحانی قوت سے ناموس رسالت کا تحفظ کیا۔ حضرت سید معین میاں اور حضرت محمد سعید نوری نے تحفظ ناموس رسالت بورڈ کی جانب سے اس مہم کا آغاز کیا ہے اور سیدنا مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کے آستانے پر چادر پیش کی جائے گی، ہمیں امید نہیں بلکہ یقین ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ تحریک ضرور کامیاب ہوگی۔

ہم نے مزید عرض کیا کہ مسئلہ صرف مسلمانوں کے پیشوا خیر الانام ﷺ کا نہیں ہے۔ دیگر مذہبی رہنماؤں کا بھی ہے، اس لیے حکومتِ ہند کی ذمہ داری بنتی ہے کہ ایک بل جلد سے جلد منظور کرے تاکہ چند بد باطن لوگوں کے ذریعہ مذہبی پیشواؤں کی توہین کر کے ہندو مسلم منافرت پھیلانے کا ناپاک سلسلہ ختم ہو۔ ہم نے مزید عرض کیا کہ آج مخدوم سید اشرف جہانگیر کے آستانے سے آواز اٹھی ہے ہمیں یقین کامل ہے کہ کامیابی بڑھ کر قدم چومے گی۔

کی محمد سے وفا تونے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

یہ شعر بھی پیش کیا۔

نبی سے ہو گا جو بیگانہ اسے دل سے جدا کردیں
پدر مادر برادر مال و جاں ان پر فدا کردیں

ہم نے اپنے علمائے کرام کے درمیان ادب سے عرض کیا تھا کہ ہم میں سے بہت سے حضرات امامت و خطابت فرماتے ہیں، وہ جمعہ کے خطبوں میں تحفظ ناموس رسالت بل منظور کرنے کے تعلق سے بیان فرمائیں، اس طرح خطبا اور مدرسین بھی اپنی اپنی ذمہ داریوں کو نبھائیں اور خاص طور پر مرشدان طریقت اپنے مریدوں تک ان تمام باتوں کو پہنچائیں۔

اس کے بعد دوری بنائے ہوئے جلوسِ چادر روانہ ہوا۔ اجلاس کے سرپرست اور خانقاہ اشرفیہ کے صاحبِ سجادہ حضرت سید معین میاں نے لبیک یا رسول لبیک کے نعرے لگانے شروع فرمائے۔ کچھوچھہ مقدسہ کی پوری فضا عشق رسالت کے نعروں سے گونج اٹھی، حضرت سید معین میاں نے آگے بڑھ کر مخدومی گیٹ کے بلند چبوترے پر بھی لبیک یا رسول اللہ لبیک کے مائک پر نعرے لگائے اور اس کے بعد بڑے ادب سے دیوانہ وار دربار میں سب حاضر ہوئے۔ اندر کا ماحول عشق و محبت سے مخمور تھا۔ پہلے حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی کے مزار اقدس پر چادر پیش کی گئی، بڑے احترام سے پھولوں کو نچھاور کیا گیا، اس کے بعد آپ کے بھانجے اور اولین جانشین حضرت سیدنا عبد الرزاق نور العین قدس سرہ کے دربار میں چادر اور پھول نذر کیے گئے۔

حضرت سید جامی میاں نے اپنی دلکش آواز میں منظوم خراجِ عقیدت پیش کرنا شروع کیا۔ پوری فضا وارفتگیِ عشق میں ڈوبی ہوئی تھی، دلوں کے ساز پر یہ نغمہ پیش کیا جا رہا تھا، تمام علما اور مشائخ پر جنونِ عشق طاری تھا۔ قل شریف پڑھا گیا، اب حضرت صاحبِ سجادہ سید معین الدین اشرف جیلانی دامت برکاتہم العالیہ نے اپنے بابرکت لبوں سے ایصالِ ثواب کیا اور خاص طور پر سیدنا مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کی بارگاہ میں نذرِ عقیدت پیش کی۔ اس کے بعد تمام جہان سنیت کے لیے دعا فرمائی، خاص طور پر تحفظ ناموس رسالت کے لیے دل کی گہرائیوں سے عرض کیا۔ سیدنا مخدوم اشرف کی بارگاہ بلا شبہ غوث العالم کی بارگاہ ہے، آپ آلِ رسول ہیں، رسول کریم ﷺ کی نگاہِ کرم آپ پر مسلسل رہتی ہے۔ آپ کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ قلبی مرادوں کو پورا فرما دیتا ہے۔

حضرت سید معین میاں نے عرض کیا۔ حضور! ہم غلام آگئے ہیں، نگاہِ کرم فرمائیے کہ حکومت ہند اس حوالے سے جلد سے جلد بل کو منظور کرلے۔

مفتیِ اعظم ہالینڈ نے آخر میں عرض کیا: حضور ہم سب کی دعاؤں کو قبول فرمالیں، حضور صاحبِ سجادہ، سید معین میاں نے آپ کے وسیلے سے دعا کی ہے، حضور والا لاج رکھ لیجیے اور لبیک یا رسول اللہ لبیک کی صدائیں بھی لگائیں۔

خانقاہ اشرفیہ حسینیہ درگاہ شریف کچھوچھہ میں تحفظِ ناموسِ رسالت کانفرنس الحاج محمد سعید نوری بانی و سربراہ رضا اکیڈمی کی صدارت اور آستانہ مخدوم اشرف کے سجادہ نشیں علامہ سید معین الدین اشرف معین میاں کی سرپرستی میں انھیں کی خانقاہ میں علما اور مشائخ کا اجتماع ہوا۔ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے حضرت سید معین میاں اور الحاج سعید نوری نے کہا کہ مرکزی حکومت گستاخ رسول کو سزا دلانے کے لیے سخت قانون بنائے۔ انھوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی دنیا کا کوئی بھی مسلمان برداشت نہیں کر سکتا، ملک میں آئے دن ہمارے نبی کی شان میں گستاخی کی جاتی ہے، اس لیے اب حکومت اس معاملے میں مداخلت کرے اور فوری طور پر پیغمبر بل پاس کرے۔

پورا ماحول عشقِ رسول ﷺ سے سرشار تھا، بڑی تعداد میں مخدوم سید اشرف سمنانی کے دیوانے بھی تحفظ ناموس رسالت مہم میں شریک ہوگئے تھے۔ دیگر علمائے کرام میں حضرت مولانا عطا محمد صدیقی مصباحی، حضرت مولانا مختار احمد بغدادی، احمد رضا نوری میاں، مولانا بیت اللہ، مولانا غلام جیلانی، مولانا عبد الکریم ثقافی، مولانا محمد شمیم مصباحی، مولانا محمد اعظم حشمتی، مولانا جمال اختر، مولانا اسرار احمد فیضی، مولانا غلام سید علیمی، مولانا عبد الجبار، مولانا غلام غوث وغیرہ۔

خیر وخبر

پٹنہ میں سالانہ عرس شاہ ارزانی

صوفیائے کرام اور خانقاہوں نے لوگوں کے دلوں کو جوڑا ہے، ہمیشہ دوسروں کا خیال رکھا، اور سماج میں اتحاد و اتفاق کی فضا قائم کرنے کی زندگی بھر کوشاں رہے۔ مذکورہ خیالات کا اظہار علمائے کرام اور دانشوران نے سالانہ عرس شاہ ارزانی کے موقع پر "صوفیائے کرام اور اتحاد ملت" کے عنوان سے خانقاہ ارزانی پٹنہ میں منعقدہ ایک سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ جس کی سرپرستی خانقاہ کے سجادہ نشین ڈاکٹر سید شاہ حسین احمد نے فرمائی۔ سیمینار کے دو اجلاس ہوئے، پہلے کی صدارت خانقاہ عمادیہ منگل تالاب پٹنہ سٹی کے سجادہ نشین حضرت مولانا سید شاہ مصباح الحق عمادی نے فرمائی۔ جس میں مولانا طلحہ نعمت ندوی، شاہ محمد علی، ڈاکٹر عبدالسلام فلاحی، ڈاکٹر مشکور معینی صدر شعبہ اردو آسنسول بنگال اور صحافی احمد جاوید نے مقالہ پیش کیا۔ دوسرے اجلاس کی صدارت الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ یو پی کے موقر استاذ مفکر اسلام حضرت علامہ الشاہ مولانا مبارک حسین مصباحی چیف ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ مبارک اور سینئر صحافی ڈاکٹر ریحان غنی نے مشترکہ طور پر کی۔ جس میں مقالہ پیش کرنے والوں میں مولانا سید اسد رضا، مفتی ثناالہدی قاسمی، ڈاکٹر امجد رضا امجد، مولانا مبارک حسین مصباحی، ڈاکٹر ریحان غنی اور سرفراز عالم شامل ہیں۔ اس موقع پر پروفیسر اعجاز علی ارشد سابق وائس چانسلر مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسٹی پٹنہ نے اپنی افتتاحی خطاب میں کہا کہ وقت کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنی حکمت عملی بدلنی ہوگی اور ذہنی ہم آہنگی اور اتحاد کے لئے ٹکراؤ سے پرہیز کرنا ہوگا، اپنی صدارتی خطاب میں مولانا مصباح الحق عمادی نے کہا کہ ہر ولی صوفی نہیں ہوتا، جنھیں آج ہم صوفی سمجھتے ہیں وہ صوفی کے نقش قدم پر چلنے والے افراد ہیں۔

خانقاہ شاہ ارزانی نے یہاں منعقدہ اس بڑی باوقار تقریب میں اردو کے مشہور ادیب، صحافی اور مصنف فاروق ارگلی کو اپنے آٹھویں آفتاب شریعت تصوف ایوارڈ سے سرفراز کیا۔ خانقاہ کے سجادہ نشین پروفیسر ڈاکٹر سید شاہ حسین احمد نے مہمانان گرامی کے ہاتھوں موصوف کو شال، ایوارڈ کا مومنٹو، سند توصیفی اور ایوارڈ کی رقم کا لفافہ پیش کیا۔ یہ ایوارڈ گزشتہ آٹھ سال سے سے ان اہل قلم کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے جن کا تصوف اور صوفی ادب کے فروغ میں گراں قدر خدمات و کردار ہے۔ جناب فاروق ارگلی اردو کے مشہور ادیب و صحافی اور درجنوں کتابوں کے مصنف و مؤلف ہیں۔ خواجۂ خواجگان سلطان الہند غریب نواز اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات و خدمات پر لکھا گیا ان کا سیریل ناظرین و معتقدین میں بے حد مقبول ہے، وہ صوفیہ کی سیرت و سوانح پر کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں اور ادھر کئی برسوں سے تصوف کے موضوع پر دہلی سے ایک ماہانہ رسالہ نظامی آواز بھی شائع کرتے ہیں۔ روزنامہ انقلاب پٹنہ کے ریزیڈنٹ ایڈیٹر احمد جاوید نے ایوارڈ یافتہ مصنف کا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ فاروق صاحب اردو کی وہ شمع ہیں جو سحر ہونے تک ہر رنگ میں جلتی ہے۔ خانقاہ ارزانی کے صاحب سجادہ سید شاہ حسین احمد نے ان کی شخصیت کے اس پہلو کو دریافت کرکے ہم پر احسان کیا ہے، سچ کہا ہے کسی نے کہ ولی کو ولی ہی پہچانتا ہے، یہ دونوں حضرات ہماری جانب سے شکریہ کے مستحق ہیں۔

ماہنامہ اشرفیہ کے چیف ایڈیٹر حضرت علامہ مبارک حسین مصباحی نے ایوارڈ حاصل کرنے کے لئے فاروق ارگلی کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے کہا کہ آپ دہلی کی صحافت کے آبرو ہیں، ہم بچپن سے فاروق ارگلی کو پڑھتے آئے ہیں۔ آپ نے اپنے خطبۂ صدارت میں صوفیائے کرام اور اتحاد کے موضوع پر گراں قدر خیالات کا اظہار فرمایا۔ موصوف نے بطور خاص خانقاہ شاہ ارزانی کی مثبت اور تعمیری خدمات پر روشنی ڈالی مزید فرمایا۔ خانقاہ ارزانیہ پٹنہ کے سجادہ نشیں پروفیسر سید شاہ حسین احمد دامت برکاتہم العالیہ مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انھوں نے اتحادِ ملت کے لیے تحریری اور انتظامی معاملات کو بڑی خوبی سے چلا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے۔ آمین۔

مفتی ثناء الہدی قاسمی نے کہا کہ یہ ایوارڈ قلم کے ایک سپاہی کے لئے سچا خراج ہے۔ ڈاکٹر مشکور معینی صدر شعبۂ اردو آسنسول بنگال نے اپنے مقالہ میں اس بات پر افسوس ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ خانقاہوں میں روحانیت باقی نہیں ہے، تہذیب کا شیرازہ بکھرتا جا رہا ہے، انھوں نے مزید کہا کہ تصوف اس طرز زندگی کا نام ہے جس سے لوگ فیض حاصل کر سکیں۔ مفتی امجد رضا امجد نے کہا کہ صوفیائے کرام کے پیغامات عام لوگوں کے لئے نشان راہ منزل ہیں انھوں نے اس بات پر افسوس ظاہر کیا کہ مسلکی اختلافات سے بڑا خسارہ ہوا ہے، اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے نفس کو کچلیں اور خانقاہوں کے درمیان رشتے کو استوار کریں تبھی ملت میں اتحاد قائم ہوگا، سرفراز عالم نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ صوفیائے کرام کے نقش قدم پر چل کر ہی اتحاد قائم کیا جا سکتا ہے! اور یہ اتحاد دین کے نام پر ہی ہو سکتا ہے۔ ڈاکٹر ریحان غنی نے کہا کہ صوفیائے

کرام نے کفر و الحاد کو دور کرنے، لوگوں کے دلوں کو جوڑنے اور ظلم کے خلاف خود کو وقف کر رکھا تھا. انہوں نے کبھی حالات سے سمجھوتہ نہیں کیا آج بھی ضرورت اس بات کی ہے کہ صوفیائے کرام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ظلم و جبر کے خلاف کے آواز بلند کی جائے. اس موقع پر پروفیسر سید شاہ حسین احمد کی مرتب کردہ کتاب "نعمت ارزاں" کا رسم اجرا علمائے کرام و دانشوران کے بدرست عمل میں آئی. سمینار کے دونوں اجلاس کی نظامت معروف خطیب بابر ندیم نے کی.

اس موقع پر ڈاکٹر شہاب ظفر اعظمی، فخرالدین عارفی، ڈاکٹر فیروز عالم، جناب انوار الہدی، امتیاز احمد کریم، ڈاکٹر ہمایوں اختر، نظیر احمد خان ارزاں شاہی، کمال الدین ارزاں شاہی، طاہر ارزاں شاہی، کلیم ارزاں شاہی، ابوظفر، سید شاہ ارسلان احمد، معظم دوست پوری، محمد سرور ندائی سلطان پور اور کنور غلام محمد سمیت کافی تعداد میں باذوق افراد موجود تھے.

ڈاکٹر افضل مصباحی کو ہدیۂ تبریک

ڈاکٹر افضل مصباحی باصلاحیت فاضل اشرفیہ مبارک پور ہیں۔ آپ نے فراغت کے بعد دہلی یونیورسٹی میں عصری تعلیم حاصل کی، اس دوران آپ روزنامہ سہارا دہلی اور اس کے بعد روزنامہ انقلاب دہلی میں صحافتی خدمات انجام دیتے رہے۔ اسی کے ساتھ آپ نے صحافت ہی میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ آپ کی اس تعلیمی کامیابی پر شناسا حلقوں میں خوشیوں کی لہر دوڑ گئی، آپ قلم کے ساتھ زبان کے بھی دھنی ہیں۔ آپ کو ملک اور دیگر ممالک میں مدعو کیا جاتا ہے۔ جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں یومِ مفتی اعظم ہند میں بھی آپ کا کامیاب خطاب ہو چکا ہے۔ آپ کی متعدّد تصانیف بھی اہل دانش سے خراج عقیدت و محبت حاصل کر چکی ہیں۔ پہلے آپ کا تقرر ایم پی کی یونیورسٹی میں ہوا۔ گذشتہ چند برس قبل آپ کا انتخاب بنارس ہندو یونیورسٹی میں ہوا۔ آپ کو اب شعبۂ اردو کا انچارج بنادیا گیا۔ اس خوش کن خبر سے احباب اور متعلقین کو خوشی ہوئی، خاص طور پر جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں مسرتوں کی لہر دوڑ گئی۔ اساتذہ اور انتظامیہ سب خوش ہو کر دعائیں دے رہے ہیں۔ ہم بھی اپنی جانب سے اس کامیاب فرزند اشرفیہ ڈاکٹر افضل مصباحی ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں۔ مولا تعالیٰ آپ کو قدم قدم پر کامیابیوں سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

از: مبارک حسین مصباحی

ڈاکٹر افضل مصباحی کو ایم ایم وی اردو سیکشن کا انچارج بننے پر مبارکباد کا سلسلہ جاری

صحافی و قلم کار ڈاکٹر افضل حسین مصباحی کو بنارس ہندو یونیورسٹی کے ایم ایم وی اردو سیکشن کا انچارج بنائے جانے پر الجامعۃ الاشرفیہ کے صدر المدرسین بدر العلما مفتی بدر عالم مصباحی مولانا نعیم الدین عزیزی استاذ جامعہ اشرفیہ، مولانا مبارک حسین مصباحی چیف ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ ناظم اعلیٰ حاجی سرفراز احمد اور دیگر اساتذہ و ذمہ داران نے گلدستۂ تہنیت پیش کرتے ہوئے ڈاکٹر موصوف، ان کے اہل خانہ، قوم اور آپ کی مادرِ علمی کے لیے دستار فضل و افتخار قرار دیا۔

اس موقع پر مفتی بدر عالم مصباحی نے کہا کہ ڈاکٹر افضل کی جد و جہد، والدین کی دعائیں، اساتذہ کی شفقتیں رنگ لائیں اور حافظِ ملت علامہ الشاہ عبد العزیز محدث مراد آبادی کی روحانی توجہ اور الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کا علمی فیضان بھی شامل حال رہا۔ آپ نے جامعہ اشرفیہ میں بڑی لگن اور عرق ریزی کے ساتھ تعلیم حاصل کی اور ہمیشہ جامعہ کے ممتاز طالب علم کے طور پر نمایاں رہے۔

انہوں نے بتایا کہ ڈاکٹر افضل مصباحی نے جامعہ سے فراغت کے بعد بھی اپنا علمی سفر مسلسل جاری رکھا اور ارتقا کی منزلیں طے کرتے رہے۔ دعا ہے کہ پروردگار عالم آپ کے اقبال کو مزید بلند کرے اور آپ کے علم و فضل مال و منال اور جاہ جلال میں روز افزوں ترقیاں عطا فرمائے۔ آمین۔

از: رحمت اللہ مصباحی

سبھی مسلم ممبران پارلیمنٹ تحفظ ناموس رسالت بل پاس کروانے کے لیے ملک کے ایوان بالا میں آواز بلند کریں۔ (سید معین میاں)

نئی دہلی۔ ٹی این آر بورڈ اور رضا اکیڈی و آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما کے سربراہان: حضرت مولانا سید معین الدین اشرف اور الحاج محمد سعید نوری صاحب نے عام آدمی پارٹی کے راجیہ سبھا ممبر سنگے سنگھ سے تحفظ ناموس رسالت بل کے تعلق سے ملاقات کی اور مطالبہ کیا کہ آپ اس بل کے تعلق سے پارلیمنٹ میں آواز اٹھائیں اس پر سنجے سنگھ صاحب نے کہا کہ میں آپ کے جذبات کی قدر کرتا ہوں اور آپ صاحبان سے وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کی بات پارلیمنٹ میں ضرور پہنچاؤں گا بہت دنوں سے سوشل میڈیا کے ذریعے آپ کے جائز مطالبے کو بغور دیکھ رہا ہوں۔ میں بذات خود بھی آپ کے نظریے سے متفق ہوں کیوں کہ دنیا کے کسی بھی مذہب کے پیشوا کے خلاف توہین آمیز جملہ اظہار خیال کی آزادی نہیں ہے بلکہ کھلم کھلا دہشت گردی ہے اسی گھناؤنی حرکت سے دنیا میں چین و سکون کے بجائے نفرت کا ماحول پیدا ہوتا ہے ہم اس لیے یہ بات کہہ رہے ہیں کہ آئے دن کچھ برسوں سے شر پسند عناصر مذہبی پیشواؤں کی توہین کر رہے ہیں تاکہ ملک کی گنگا جمنی تہذیب کا تانا بان بکھر

جائے اور ان شرپسندوں کا یہی منشا ہے کہ ملک میں بھائی چارے کی فضا ہموار نہ ہو۔ سنجے سنگھ نے کہا کہ شان رسالت میں گستاخی کا ارتکاب کرنے والوں کو سخت سے سخت سزا دینے کے لیے ہندستان پارلیمنٹ میں میں بذات خود آواز اٹھانے کے لیے تیار ہوں اسلام و پیغمبر اسلام و بزرگان دین کے خلاف نفرت انگیز پیغامات پھیلانے والوں کے خلاف پارلیمنٹ میں سب سے پہلے میری آواز گونجے گی میں بھی چاہتا ہوں کہ پیغمبر محمد بل پاس ہو، میں دیکھ رہا ہوں کہ مسلمانوں کی دل آزاری کے واقعات بڑی تیزی سے پھیل رہے ہیں۔ ایسے ناقابل معافی جرم پر حکومت ہند کی خاموشی سے مجرموں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے تو دوسری طرف مسلمانوں میں عدم اعتماد کا ماحول بڑھتا ہی جا رہا ہے پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی ذات بابرکات مسلمانوں کے لیے سب سے عزیز ترین ہے جہاں تک میں سمجھتا ہوں کہ مسلمان سب کچھ برداشت کر سکتا ہے۔

سنجے سنگھ نے مزید اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ پیغمبر اسلام صرف مسلمانوں کے دلوں میں ہی نہیں ہمارے بھی دل میں بستے ہیں میں ان ذاتی طور پر بہت احترام کرتا ہوں وہ سارے جہان کے لیے رحمت بن کر تشریف لائے ہیں، ان کا پیغام پوری دنیا میں امن چاہتا ہے ان کی توہین کرنا قابل معافی جرم ہے، اس سلسلے میں میں بذات خود وزیر اعظم سے بات کروں گا اور پارلیمنٹ میں آواز بھی اٹھاؤں گا۔ ان کی بات سن کر ٹی این آر بورڈ کے صدر معین المشائخ مولانا سید معین الدین اشرف نے کہا کہ سنجے سنگھ آپ کا ہم شکریہ ادا کرتے ہیں اور آپ کے پاس اسی امید سے آئے بھی ہیں، ہمیں یقین ہے کہ آپ ہماری طرف سے پارلیمنٹ میں ضرور آواز بلند کریں گے اس پر سنجے سنگھ نے کہا کہ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں، یہ خواہش آپ ہی کی نہیں ہماری بھی ہے۔

الحاج محمد سعید نوری نے کہا کہ شرپسند عناصر کے حوصلوں کو کچلنے کے لیے مذہبی پیشواؤں تحفظ ناموس رسالت بل (قانون) کی سخت ضرورت ہے۔ نوری صاحب نے مزید کہا کہ سنجے سنگھ نے جس طریقے سے ہمارے جائز مطالبات پر لبیک کہا ہے، اس کے لیے ہم ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور سبھی مسلم ممبران پارلیمنٹ سے اپیل کرتے ہیں کہ جب سنجے سنگھ پارلیمنٹ میں اس بل کو لے کر آواز اٹھائیں تو اس وقت سبھی مسلم ممبران پارلیمنٹ ان کی آواز میں اپنی آواز بلند کر کے پیغمبر اسلام ﷺ سے اپنی وفاداری کا ثبوت پیش کریں۔ (روزنامہ انقلاب بنارس، 2 اگست 2021)

شیخ الکبیر خواجہ نذیر میاں چشتی کے 142 سالہ عرس کے موقع پر توسیعی خطبہ کا انعقاد

تہذیبی شناخت کی اس ہوڑ میں اپنی تاریخ کو از سر نو زندہ کرنے اور اسے کتابوں سے نکال کر موجودہ نسل کے اذہان تک پہنچانے کی ضرورت ہے تب آپ اپنی شناخت قائم کر پائیں گے۔ الحمد اللہ یہ بہت خوش آئند بات ہے کہ اعراس کی محفلوں کے ساتھ اس طرح کے مباحثے روشن خیالی کا ایک چراغ روشن کر رہے ہیں۔ اس طرح کا اظہار خیال ورلڈ اردو ایسوسی ایشن کے چیئرمین، جواہر لال نہرو یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر خواجہ اکرام الدین صاحب (سابق ڈائرکٹر این سی پی یو ایل دہلی) نے 30 جولائی بروز جمعہ کو رات 11 بجے دارالسرور ایجوکیشن اینڈ ویلفیئر سوسائٹی برہان پور (رجسٹرڈ) کے زیر اہتمام سوسائٹی کے آفیشل فیس بک پیج پر حضور شیخ الکبیر خواجہ سید نذیر میاں چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے 142 سالہ عرس کے موقع پر منعقدہ آن لائن توسیعی خطبہ بعنوان "شیخ الکبیر کی حیات کے چند نمایاں پہلو" میں صدارتی خطبہ پیش کرتے ہوئے کہا۔

نبیرۂ شیخ الکبیر حضرت مولانا سید فاروق میاں چشتی مصباحی (صاحب سجادہ آستانہ عالیہ) نے دعائیہ کلمات پیش کرتے ہوئے کہا: ان شاء اللہ دادا حضور شیخ الکبیر کی تصانیف کے اردو تراجم اور ان پر ہوا تحقیقی کام پی ایچ ڈی کا مقالہ جلد شائع ہوگا۔ مہمان معظم کی حیثیت سے موجود معروف شاعر فاروق جائسی (سابق اسسٹنٹ کمشنر کانپور) نے اپنے تاثرات پیش کرتے ہوئے کہا: حضور شیخ الکبیر کا علمی سرمایہ جواب تک شائع نہ ہو سکا ہے اگر یہ اشاعتی مرحلے سے گزرے گا تو یقیناً افادیت کا حامل ہوگا، بشرطیکہ وہ سلیس اردو زبان میں ہو۔

خصوصی خطاب کے لیے مدعو مولانا کاشف رضا شاد مصباحی نے شیخ الکبیر کی حیات کے چند نمایاں پہلو پر گفتگو کرتے ہوئے کہا: 142 سال گزر جانے کے بعد بھی آپ کی کتابوں کا منظر عام پر نہ آنا یقینی طور پر باعث حیرت بھی اور باعث افسوس بھی۔ انہوں نے مزید کہا کہ شیخ الکبیر کی کتابوں کی اشاعت وقت کا اہم تقاضا ہے جس سے ہمارا علمی سرمایہ محفوظ بھی ہوگا اور نئے محققین کو کام کرنے کی راہیں بھی ہموار ہوں گی۔

نظامت کے فرائض معروف شاعر و ناظم ڈاکٹر جلیل الرحمٰن انصاری نے بحسن و خوبی انجام دیا۔ سوسائٹی کے چیئرمین تنویر رضا برکاتی نے تمام مہمانان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا: تحریک اسلاف شناسی کے تحت ہم برہان پور کے صوفیا، علما، ادبا کی حیات و خدمات پر پروگرامات کے انعقاد کے ذریعہ ان پر تحقیقی علمی کاموں کے لیے لوگوں کو آمادہ کرنا چاہتے ہیں۔ آج کا یہ توسیعی خطبہ بھی اسی حصے کی ایک کڑی ہے۔

رپورٹ: عمران انصاری

AUG. 2021

R.N.I. No. 29292/76 Regd. No. AZM/N.P.2

THE ASHRAFIA MONTHLY

Mubarakpur Azamgarh (U.P.) 276404 (INDIA) Ph. (05462) 250149, 250092, Fax-251448

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

اہل سنت وجماعت میں محتاجِ تعارف نہیں، اس کی دینی، علمی اور تعلیمی خدمات ہر طرف روشن ہیں، تعلیمی اور تعمیری امور سے متعلق بے پناہ ضرورتیں سامنے ہیں، آپ حضرات سے گذارش ہے کہ حسب ذیل ذرائع سے اپنی رقوم ارسال فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے طفیل آپ کو دارین کی سعادتوں سے سرفراز فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین

عبد الحفیظ عفی عنہ
سربراہِ اعلیٰ
الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ (یوپی)

(Tel.) - 05462-250092 (Mob. No.) 9450109981 Mahnama Ashrafia: 05462-250149
Fax No. 05462-251448 (Mumbai Office) 022-23726122
(Delhi Office) Tel. 011-23268459, Mob.No. 9911198459
www.aljamiatulashrafia.org Email: info@aljamiatulashrafia.org

(For Education)	(For Construction)
(1) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom **Central Bank of India** **A/C 3610796165** IFSC. Code: CBIN 0284532	(1) Aljamiatul Ashrafia **Central Bank of India** **A/c 3610803301** IFSC. Code: CBIN 0284532
(2) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom **Union Bank of India** **A/C 303001010333366** IFSC. Code: UBIN 0530301 Branch Code: 530301	(2) Aljamiatul Ashrafia **Union Bank of India** **A/c 303002010021744** IFSC. Code: UBIN 0530301 Branch Code: 530301
(3) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom **Oriental Bank of Commerce** **A/c 05752010021920** IFSC. Code: ORBC 0100575 SWIFT Code: ORBCINBBIBD	(3) Aljamiatul Ashrafia **Oriental Bank of Commerce** **A/c 05752010021910** IFSC. Code: ORBC 0100575 SWIFT Code: ORBCINBBIBD

(3)- FCRA. Registration No.- 136250051
Nature:- Educational Social
Darul Uloom Ahle Sunnat Madarsa Ashrafia Misbahul Uloom
Oriental Bank of Commerce- A/C 05752010031950
IFSC. Code ORBC 0100575, SWIFT Code. ORBCINBBIBD

(1)- Exempted u/s 80G, (5) (VI), of Income Tax Act. 1961, Vide File No. Aa.Ayukt/Gkp/80G, Redg. S.No. 178/2011-12 Dt. 30/8/2011 w.e.f A.Y 2012-13 (F.Y.2011-12)
(2)- Exempted u/s 12A, Vide Letter No. 177/2011-12